Regd No P 67

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ

ہفت روزہ

بدر

قادیان

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ
چھ روپے
ششماہی
۵۰-۳ روپے
ممالک غیر
۵۰-۷ روپے
فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے

جلد ۱۰ | ۱۳ شہادت ۱۳۴۰ھش ۲۶ شوال ۱۳۸۰ھ ۱۳ اپریل ۱۹۶۱ء | نمبر ۱۵

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۰ اپریل سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج صبح ۸½ بجے کی اطلاع مظہر ہے کہ:

حضور کی طبیعت اس وقت خدا کے فضل سے بہتر ہے

احباب جماعت حضور انور کی صحت کاملہ وعاجلہ اور درازیٔ عمر کے لئے التزام کے ساتھ دعائیں جاری رکھیں۔

قادیان ۱۱ اپریل محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ ربہ بفضل تعالیٰ خیریت سے ہیں الحمدللہ۔ آپ کے اہل وعیال تا حال پاکستان میں تشریف فرما ہیں۔ اللہ تعالیٰ سفر وحضر میں ان کا حامی وناصر ہو اور بخیریت واپس لائے۔ آمین۔

قادیان میں یوم پیشوایان مذاہب کی مبارک تقریب پر کامیاب جلسہ

ہندو مسلم سکھ عیسائی مقررین کی پُرلطف تقاریر

"آج کا جلسہ سب کی ایکتا اور اتحاد کا سبق دیتا ہے" (گورنجن سنگھ باجوہ)

(مرسلہ بھائی الہ دین صاحب سیکرٹری تبلیغ لوکل انجمن احمدیہ قادیان)

قادیان ۹ اپریل بروز اتوار جماعت احمدیہ قادیان کے زیر انتظام مقامی طور پر مذہبی پیشوایان کی سیرت وسوانح کے بیان کے لئے ایک کامیاب جلسہ زیر صدارت جناب سردار گورنجن سنگھ صاحب باجوہ ایم۔ ایل۔ اے سابق وزیر حکومت پنجاب منعقد ہوا۔ جلسہ کے انعقاد سے کئی روز قبل ہی اردو اور پنجابی مطبوعہ اشتہارات کے ذریعہ قادیان اور ملحقات میں اور جلسہ کے روز بذریعہ منادی سارے شہر میں اچھی طرح جلسے کا اعلان کیا گیا۔ چنانچہ جلسہ کی کارروائی ۲ بجے بعد دوپہر جلسہ گاہ محلہ احمدیہ میں شروع ہوئی۔ سب سے قبل محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان نے جلسہ کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا میں مختلف قسم کے جلسے منعقد ہوتے ہیں اور ہر جلسہ کے مقاصد جلسہ کرنے والی پارٹی یا کمیٹی وغیرہ ہی کے مخصوص خیالات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ مگر آج کا جلسہ اس قسم کے دنیاوی یا طبقاتی جلسوں سے مختلف ہے۔ کیونکہ اس میں ایک پلیٹ فارم سے دنیا کے مختلف مذاہب کے رشیوں منیوں۔ اوتاروں اور پیغمبروں کی جہانگے گیت گائے جائیں گے۔ یہ ایک ایسا عملی طریق ہے جو مختلف قسم کے مذہبی خیالات رکھنے والوں کو اتحاد واتفاق کا سبق سکھانے والا ہے۔ اس اصول کو سب سے پہلے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمایا۔ بعد ازاں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عملی طور پر اس کو رائج کیا۔ اور یہ اسی کا نیک اثر ہے کہ آج جس جس جگہ بھی احمدیہ جماعت قائم ہے وہاں بھی، دنیا کے پیغمبروں۔ نبیوں۔ رشیوں۔ منیوں اور اوتاروں کی سیرت کے متعلق جلسے منعقد کئے جا رہے ہیں۔ جو باہمی رواداری اور محبت اور پریم کے جذبات کے پیدا کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہیں۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد آپ نے جناب سردار گورنجن سنگھ صاحب باجوہ ایم۔ ایل۔ اے سے جلسہ کی صدارت کے فرائض سرانجام دینے کی درخواست کی۔ جس کے بعد جلسہ کے باقاعدہ تقریری پروگرام کا آغاز قرآن مجید کی تلاوت سے ہوا۔ جو مکرم حافظ الہ دین صاحب نے کی۔ بعد ازاں مکرم ملک بشیر احمد صاحب ناصر نے حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک نظم ہستی باری تعالیٰ کے متعلق خوش الحانی سے سنائی۔ سب سے پہلی تقریر مسیحی دوست مسٹر سی۔ ایل برڈ صاحب نے "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات" کے متعلق کی۔ موصوف نے انجیل یوحنا کے پہلے باب کی ابتدائی آیات پڑھنے کے بعد کہا کہ ہمارے مسیح کی ولادت ایک فوق الفطرت پیدائش تھی۔ آپ نے بتایا کہ خدا پر ایمان لانے والے خدا کے فرزند کہلاتے ہیں۔ اور جتنے بھی پیغمبر اس دنیا میں آئے ہیں ان کے آنے میں خداوند کا ہاتھ کام کر رہا تھا۔ تقریر کے اختتام پر اپنے اعتقاد کے مطابق آپ نے بتایا کہ ہمارے خداوند یسوع مسیح نے انسانی گناہوں کی اصلاح کے لئے ایک عظیم قربانی دی۔ اور ایسی تعلیم دی جس سے لوگ زندگی حاصل کر سکیں۔

دوسرے نمبر پر مکرم گیانی عبداللطیف صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور شری گورونانک صاحب کے "حالات زندگی" پر پنجابی زبان میں تقریر کی۔ آپ نے بتایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ایسا پُرآشوب زمانہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ یعنی کیا خشکی اور کیا تری ہر جگہ فساد سے پُر تھی۔ ابتدائی ایام میں ایک لمبی مدت تک آپ غار حرا میں عبادت الٰہی کرتے رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اصلاح عالم کے لئے مبعوث فرمایا۔ مگر جب حضور علیہ السلام نے تبلیغ شروع فرمائی تو آپ کو قریش مکہ کی سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان لوگوں نے آپ کو اس کام سے روکنے کے لئے کئی قسم کے حربے استعمال کئے مگر کامیاب نہ ہوئے۔ بادشاہت۔ دولت اور حسین ترین عورت وغیرہ کی پیشکش کی۔ لیکن حضورؐ نے سب کو ٹھکرا دیا۔ غریبوں اور مظلوموں کی امداد کے لئے حضورؐ نے تحریک حلف الفضول میں حصہ لیا۔ آپ کی اعلیٰ درجہ کی امانت اور دیانت سے متاثر ہو کر نیک دل متمول خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ السلام سے شادی کی درخواست کی اور اپنا سب کچھ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔

حضور علیہ السلام کا تعلق اپنے خادموں اور ماتحتوں کے ساتھ ایسا مشفقانہ تھا کہ حضورؐ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کو جب اس کے باپ اور دیگر رشتہ دار اپنے ہمراہ لے جانے کے لئے آئے تو اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کو ترجیح دی اور اپنے باپ اور چچا کے ساتھ چلے جانے سے انکار کر دیا۔ حضور علیہ السلام کی ہمدردی اور شفقت علی اللہ کے ذکر میں گیانی صاحب نے اہل طائف کی طرف سے ظلم وتعدی کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن کے حق میں رحمت کی دعا کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا۔ اور اسی طرح اہل مکہ کے مظالم کے مقابلہ میں فتح مکہ کے وقت حضور علیہ السلام کا انہیں

"لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ"

کہہ کر معاف کر دینے کی تفصیل سنائی گئی۔ گیانی صاحب نے اس بات کو بھی واضح کیا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو رب العالمین کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کر کے ایک عالمگیر اخوت قائم کی۔ جس سے ہر قسم کا نسلی یا طبقاتی امتیاز ختم ہو جاتا ہے۔ تقریر کے دوسرے حصہ میں

شری گورونانک دیو جی مہاراج کے حالات زندگی

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر وپبلشر نے رام آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان ——— مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۶۱ء

فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام کا مثبت ذریعہ

ہندوستان میں جس قدر مختلف مذاہب کا چرچا ہے اسی قدر یہاں کے باشندوں کو اپنے مذہبی معتقدات کے ساتھ زیادہ دلچسپی اور اُنس ہے۔ مگر باوجودیکہ جملہ مذاہب کا سرچشمہ ایک ہی خدا کی ذات ہے۔ جس پر تمام مذاہب آکر جمع ہو جاتے ہیں۔ اور اس گہرے تعلق کی بنا پر مذہب میں یقین رکھنے والوں کو باہمی الفت و محبت کے ساتھ رہنا چاہیئے۔ مگر افسوس کہ صورتِ حال اس سے بالکل ہی مختلف ہے۔ قریب آنے کی بجائے ایک دوسرے سے نفرت اور بُعد اختیار کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ محض جہالت اور مذہب کی اصل روح سے غفلت ہے۔ اور یہ کوئی ایسی بات نہیں جو ہندوستانیوں کے لئے نیک نامی اور تعریف کا موجب ہو۔ اس طریق سے انسانیت کی اعلیٰ قدریں جس طرح پامال ہوتی ہیں وہ تو ظاہر ہی ہے مگر مذہب کے حامیوں کے ہاتھوں ساری دنیا میں مذہب بھی کس طرح سے بدنام بھی ہو رہا ہے۔ محض مذہبی خیالات کے اختلاف کی وجہ سے ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کی آگ آئے دن بھڑک اُٹھتی ہے ملک کے امن اور سکون کو سخت نقصان پہنچتا ہے اس کی ترقی میں بہت بڑی روک پیدا ہو جاتی ہے۔ زبانوں پر حب الوطنی کے دعوے تو بہت ہیں مگر عمل کے میدان میں آکر کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم میں دوسرے کی بات کو سُن کر برداشت کا مادہ ہی کم ہو چکا ہے۔ دوسرے کے مذہبی احساسات اور نازک جذبات کی پاسداری تو در کنار اُس کو قلبی اذیت پہنچانے میں گویا لذت سی محسوس ہوتی ہے۔ ایک طرف دنیا چاند ستاروں تک پہونچنے کی کوشش میں ہے۔ اور دوسری طرف روئے زمین پر بسنے والوں کی اپنے ہی بنی نوع کے ساتھ تنگ نظری کا یہ عالم ہے کہ اُسے پھلتا پھولتا دیکھنا ایک آنکھ نہیں بھاتا اور پھر ایک مذہبی آدمی کو تو ایسی باتوں سے کہیں اونچا ہونا چاہیئے تھا۔ مذہب تو انسان کے دماغ کو روشن کرتا اور اس کو بنی نوع کے ساتھ محبت اور سلوک کے ساتھ رہنے کا سبق سکھاتا ہے۔ اُس کے اخلاق و عادات میں جلا بخش کر سب سے اونچا کر دیتا ہے۔ یہ سب تنگ نظریاں ہیں جو مذہب کی اصل روح کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں پیدا ہوئیں اور مفاد پرستوں نے ان سے فائدہ اٹھایا اور ملک کے امن کو برباد کرنے کے لئے ایک ناپاک ذریعہ بنا لیا۔

کہا جاتا تھا کہ غیر ملکی حکمرانوں کی پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی پالیسی کے نتیجہ میں فرقہ وارانہ فسادات رونما ہوتے ہیں۔ مگر اب تو ہم آزاد ہیں۔ اور آزادی پر بھی تیرہ چودہ سال کا زمانہ گذر گیا مگر فسادات کی یہ چنگاری برابر سلگتی چلی آ رہی ہے اور بسا اوقات خوفناک تباہی کا موجب بن چکی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت کے سرکردہ افراد اور ملک کے سنجیدہ طبقہ کی طرف سے فرقہ داریت کی روح کو سخت ناپسندیدگی سے دیکھا جاتا ہے بلکہ اس کی مذمت میں کئی ریزولیوشن اور فیصلے بھی کئے جاتے ہیں لیکن یہ سب کارروائی منفی حیثیت رکھتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس خطرناک وبا کی روک تھام کے لئے کوئی مثبت ذریعہ اختیار کیا جائے اور اس کے لئے کوئی عملی قدم اُٹھایا جائے

ہمارے نزدیک اس کا بہتر اور اصل طریق وہی ہے جو آج سے کئی سال پہلے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنے ہم وطنوں کے سامنے پیش کیا جبکہ آپ کی دور بین نگاہوں نے اپنے وطنِ عزیز پر ان تاریک بادلوں کو چھائے دیکھا اور اس کے بھیانک نتائج کا اندازہ کیا۔ ملک سے مذہبی تعصب کی اس بڑی لعنت کو دور کرنے کے لئے آپ نے ایک اعلیٰ درجہ کا نسخہ تجویز کیا۔ آپ نے ملک کی سب مذہبی جماعتوں کے سامنے باہم متحد و متفق ہو کر زندگی گذارنے کے عظیم فوائد بیان کرتے ہوئے انہیں آپس کی مذہبی منافرات کو دور کرنے کے لئے ایک عمدہ طریق یہ بتایا کہ ملک کے تمام مذہبی فرقے ایک خاص معاہدہ کے ماتحت ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں اور روحانی وجودوں کو عزت و احترام سے یاد کریں اور ایسا معمول بنائیں کہ سب کی زبان اور قلم سے کسی دوسرے فرقہ کی دل آزاری نہ ہونے پائے۔ آپ نے خدا تعالیٰ سے خبر پاکر اس صداقت کا نہایت واضح الفاظ میں اعلان کیا اور کہا کہ

"خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ دنیا میں جس قدر نبیوں کی معرفت مذہب پھیل گئے ہیں اور ایک زمانہ اُن پر گذر گیا ہے۔ اُن میں سے کوئی مذہب بھی اپنی اصلیت کی رو سے جھوٹا نہیں اور نہ اُن نبیوں میں سے کوئی نبی جھوٹا ہے۔"

(تحفہ قیصریہ صفحہ ۹)

اسی طرح آپ نے پیشوایانِ مذاہب کے احترام کی نسبت نہایت واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ:-

"ہم اس بات کا اعلان کرنا اور اپنے اس اقرار کو تمام دنیا میں شائع کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے نبی سب کے سب پاک اور بزرگ اور خدا کے برگزیدہ تھے ایسا ہی خدا نے جن بزرگوں کے ذریعہ پاک ہدایتیں آریہ ورت میں نازل کیں اور پھر بعد میں آنے والے جو آریوں کے مقدس بزرگ تھے . . .

جیسا کہ راجہ رامچندر اور کرشن یہ سب کے سب مقدس لوگ تھے۔ اور ان میں سے تھے جن پر خدا کا فضل ہوتا ہے۔ مگر ہم اس شکایت کے لئے کس کے آگے روئیں اور کس سے ہم اسبابِ انصاف طلب کریں کہ دوسری قومیں ہم سے یہ معاملہ نہیں کرتیں دیکھو یہ کیسی پیاری تعلیم ہے جو دنیا میں صلح کی بنیاد ڈالتی ہے اور تمام قوموں کو ایک قوم کی طرح بنانا چاہتی ہے یعنی یہ کہ دوسری قوموں کے بزرگوں کو عزت سے یاد کرو۔ اور اس بات کو کون نہیں جانتا کہ سخت دشمنی کی جڑ اُن نبیوں اور رسولوں کی تحقیر ہے جن کو ہر ایک قوم کے کروڑہا انسانوں نے قبول کر لیا ہے۔"

(مضمون شمولہ چشمہ معرفت صفحہ ۱۲ و ۱۳)

اس سنہری اور قابل قدر اصول کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جماعت احمدیہ کے موجودہ امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج سے ۲۲ سال پہلے سال میں ایک خاص دن منائے جانے کی تحریک کی جس میں مختلف مذہبوں کے حامی ہر قسم کے مذہبی تعصب سے بالا تر ہو کر ایک ہی سٹیج پر دوسرے کے مذہبی پیشواؤں کی سیرت و سوانح بیان کریں اور اُن کی تعریف و توصیف کی باتیں سنائیں۔ اُس وقت سے اب تک دنیا کے ہر حصہ میں جہاں جہاں بھی احمدیہ جماعت کی شاخیں موجود ہیں ہر سال ہی اس پروگرام کے مطابق ایسے جلسے کئے جاتے ہیں!

چنانچہ اس کے مطابق باہمی الفت و محبت کو بڑھانے کا جو عمل نظارہ ۹ اپریل کو قادیان میں دیکھا گیا وہ اس قابل ہے کہ سارے ملک میں اس کا نمونہ دکھایا جا سکے۔ تب فرقہ وارانہ فسادات خود بخود ختم ہو جائیں گے اور ہمارا ملک امن و شانتی کا گہوارہ بن جائے گا یہ کیسا سہانا منظر تھا جبکہ مختلف مذہبی خیالات کے حامی ہندو مسلم سکھ عیسائی سب ہی ایک جگہ بیٹھ کر بڑی محبت و پریم کے ساتھ مشترکہ سٹیج سے مذہبی پیشواؤں کی قابل تقلید باتوں کا تذکرہ کر رہے تھے۔ اور اپنے اپنے انداز میں ان مقدسوں کی خدمت میں عقیدت کے پھول پیش کر رہے تھے۔ ہمارا مقصود اس وقت جلسہ کی رپورٹ بیان کرنا نہیں اس کی تفصیل تو دوسری جگہ پڑھی جا سکتی ہے۔ ہماری غرض تو اس بات کو واضح کرنے سے ہے کہ جو لوگ دل سے اس بات کے خواہشمند ہیں کہ فرقہ وارانہ منافرات ہمارے ملک سے دور ہوں اُن کو چاہیئے کہ خالی خولی مذمت کے ریزولیوشن پاس کر دینے کی جگہ کوئی عملی قدم اُٹھائیں عملی رنگ میں لوگوں کے دلوں (باقی ص ۱۲ پر)

(باقی ص ۱۲ پر)

اخبار بدر میں "سوال و جواب" کا سلسلہ

اخبار بدر میں خاص دلچسپی رکھنے والے قابل احترام احباب کی خواہش ہے کہ اس میں "سوال و جواب" کا سلسلہ جاری کیا جائے جس سے اسلام و احمدیت سے متعلق علمی اور تحقیقی مسائل پر روشنی ڈالی جایا کرے۔ ہم اس عمدہ تجویز کا خیر مقدم کرتے ہوئے قارئین کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ شوق سے اس قسم کے دریافت طلب مسائل لکھ کر بھجوائیں ہم بڑی خوشی سے ان کا جواب شائع کریں گے۔

امید ہے کہ احباب جماعت جہاں خود بھی اس سے دینی اور علمی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے وہاں غیر احمدی بلکہ سنجیدہ مزاج تحقیقِ حق کرنے والے غیر مسلم دوستوں کو بھی اس سلسلہ سے فائدہ اُٹھانے کی تحریک کریں گے۔

مہربانی فرما کر جملہ ایسے سوالات صاف صاف تحریر ایڈیٹر کے نام لکھ کر ارسال فرمائیں۔

(ادارہ)

خطبہ جمعہ

نظامِ وصیت کی اہمیت اور عظمت اسی سے ظاہر ہے کہ اسے خدا تعالیٰ کے خاص الہام کے ماتحت قائم کیا گیا ہے

اس نظام میں شامل ہونا دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا عملی ثبوت ہے اور اخلاص کے پرکھنے کا ایک خاص معیار ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۴؍مئی ۱۹۲۸ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

ایک سال کے قریب ہوا میں نے اپنی جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ

وصیت کا معاملہ

نہایت اہم معاملہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے ایسی خصوصیت بخشی ہے اور اللہ تعالیٰ کے خاص الہامات کے ماتحت اسے قائم کیا ہے کہ کوئی مومن اس اہمیت و عظمت کا انکار نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قائم کردہ سارا نظام ہی آسمانی اور خدائی اور الہامی نظام ہے۔ مگر وصیت کا نظام ایسا نظام ہے جسے خدا تعالیٰ کے خاص الہام کے ماتحت قائم کیا گیا ہے۔ باقی امور ایسے ہیں جو عام الہام کے ماتحت قائم کئے گئے ہیں۔ مگر

وصیت کا مسئلہ

ایسا ہے جو خاص الہام کے ماتحت قائم کیا گیا ہے اور وصیت کا مسئلہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ایک عملی ثبوت ہے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد ایک اقرار تھا اس کے متعلق مومن کیا کرتا۔ کئی لوگ اس اقرار کو پورا کرنے کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کرتے اور کئی یہ اقرار کر کے خاموش ہو جاتے۔ پھر کئی ایسے ہوتے جو چاہتے کہ

دین کو دنیا پر مقدم

کریں۔ مگر اس کے لئے راہ نہ پاتے اور انہیں معلوم نہ ہوتا کہ کیا کریں پھر سینکڑوں تھے جنہوں نے اس اقرار کو پورا کیا۔ اور سینکڑوں ایسے تھے جو حیران تھے کہ کیا کریں پھر بعض اس اقرار کو پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے لیکن وہ نہ جانتے تھے کہ ان کا اقرار پورا ہوتا ہے یا نہیں۔ ان کی مثال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سی تھی۔ جو کہ اپنے بھانجے پر جب ناراض ہوئیں۔ تو انہوں نے قسم کھائی اور کہا کہ میں اس سے نہ ملوں گی اور اگر ملوں تو کچھ صدقہ دوں گی۔ اس میں صدقہ کی انہوں نے تعیین نہ کی تھی۔ آخر صحابہ کے دخل دینے اور بھانجے کے معافی مانگ لینے پر انہوں نے اُسے معاف کر دیا۔ اور اسے اپنے ہاں آنے کی اجازت دے دی۔ اور اس کے لئے خاص طور پر صدقہ کرتیں مگر باوجود اس کے حسرت کے ساتھ کہتیں معلوم نہیں میں نے جو اقرار کیا تھا وہ پورا ہوا ہے یا نہیں۔ میں نے صدقہ کی تعیین کیوں نہ کر دی تو بہت سے لوگ حیران تھے کہ انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جو اقرار کیا ہے وہ پورا ہوا ہے یا نہیں۔ تب

خدا تعالیٰ کی رحمت

جوش میں آئی۔ اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ بتایا کہ جو لوگ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا اقرار پورا ہوا یا نہیں۔ ان کے لئے یہ وصیت کا طریق ہے۔ اس پر عمل کرنے سے وہ اپنے اقرار کو پورا کر سکتے ہیں کیونکہ

وصیت میں شرط

ہے کہ

"خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آئندہ نسلیں ایک ہی جگہ ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں"

پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ طریق پر وصیت کرے اور اس پر قائم رہے مگر کامل الایمان نہ ہو۔ وہ لوگ جن کے دل پر عدم اطمینان تھا اور وہ اس وجہ سے بے چین رہتے کہ خبر نہیں کہ ان کا اقرار پورا ہوا ہے یا نہیں۔ ان کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کے الہام کے ماتحت یہ رکھ دیا کہ وہ وصیت کریں چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو۔ جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی۔ اور خدا کے لئے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھایا۔"

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ وصیت کرنا اور اس پر قائم رہ کر

بہشتی مقبرہ میں دفن ہونا

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے اقرار کو پورا کرنا ہے۔ اس وصیت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حد بندی کر دی ہے۔ اور وہ یہ کہ زیادہ سے زیادہ ⅓ حصہ کی وصیت کی جائے اور کم از کم ⅒ حصہ کی۔ یہ تو مرنے کے بعد کے متعلق ہے۔ اور زندگی میں یہ ہے خدا تعالیٰ کی راہ میں انسان اس حد تک خرچ کر سکتا ہے کہ وہ رشتہ دار جو اس کے ذریعہ پل رہے ہوں انہیں دوسروں کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے اس شرط کے ماتحت خواہ وہ اپنا نصف مال دے دے یا تین چوتھائی دے دے۔ مگر اتنا دے کہ جن لوگوں کی پرورش اس کے ذمہ ہے وہ دوسروں کے محتاج نہ ہو جائیں۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ایک ذریعہ رکھا ہے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو پورا کرنے کا۔ جس وقت آپ نے یہ طریق بیان کیا اس وقت یہ بھی لکھ دیا تھا کہ

"ممکن ہے کہ بعض آدمی جن پر بدگمانی کا مادہ غالب ہو وہ ہمیں اس کارروائی میں اعتراض کا نشانہ بنا دیں اور اس انتظام کو اغراض نفسانیہ پر مبنی سمجھیں یا اس کو بدعت قرار دیں لیکن یاد رہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں"

چنانچہ مخالفین نے اس پر ہنسی اور تمسخر کیا اور کہا کہ جن کے بہشتی دروازہ کی طرح یہ بہشتی مقبرہ بنایا گیا ہے۔ حالانکہ بہشتی دروازہ اور بہشتی مقبرہ میں بہت فرق ہے۔ اپنے مال کی وصیت کرنا علامت ہے نیکی اور تقویٰ کی

دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا اظہار

چاہتا تھا کہ اس کا کوئی ظاہری ثبوت ہو اس کی علامت وصیت رکھی گئی اور یہ حقیقی قربانی ہے یعنی جب ایک انسان زندہ رہتا ہے اسے یہ قربانی کرنی پڑتی ہے۔ گر دروازہ سے گزر جانا تو معمولی بات ہے۔ اس کے لئے کوئی قربانی نہیں کرنی پڑتی۔ تو وصیت معیار ہے مومنوں کے ایمان کو پرکھنے کا۔ مگر باوجود اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زور دینے کے بہت سے لوگ ہیں جو ابھی تک اس کی عظمت سے واقف نہیں۔ اور جس طرح قاعدہ ہے کہ جب کوئی نیا نظام اور مسئلہ جاری ہوتا ہے تو اکثر لوگ اس کے سمجھنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے لوگوں نے

وصیت کے معاملہ کی حقیقت

کو بھی نہ سمجھا بلکہ انہوں نے بھی نہ سمجھا جن کے سپرد اس کا نظام کیا گیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ایسی ایسی وصیتیں کی گئیں کہ ایک شخص کی ہزار آمدنی تو کئی سو کی تھی مگر اس کا مکان بہت معمولی حیثیت کا تھا۔ اس نے مکان کی وصیت کر دی۔ اور سمجھ لیا کہ اس کا ⅒ حصہ میں وصیت میں دیتا ہوں حالانکہ اگر اندازہ لگایا جاتا تو مکان کا جو حصہ وصیت میں دیا گیا وہ اتنی مالیت کا بھی نہیں تھا کہ ماہوار آمد کا بیسواں حصہ ہی بن سکتا۔ میں نے اس کی اصلاح کی میں نے کہا

مقبرہ بہشتی کی غرض

یہ ہے کہ اس میں ایسے لوگوں کو جمع کیا جائے جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں مگر کون خیال کر سکتا ہے کہ ایک شخص جو پانچ چار سو روپیہ ماہوار کماتا ہے۔ مگر باپ دادا سے ورثہ میں آئے ہوئے معمولی مکان کے دسویں حصہ کی وصیت کر دیتا ہے تو یہ اس کے لئے بہت بڑی قربانی ہے اور وہ ایسے مخلصوں میں شامل ہو جاتا ہے جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں گے۔ اور جن کے متعلق

آئندہ نسلوں کا فرض

ہوگا کہ خاص طور پر دعائیں کریں مگر ایسے آدمی کو کوئی مخلص اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا سمجھے اور وہ چھوٹا نہیں تو بھی اُسے بے وقوف ضرور کہوں گا اور سمجھوں گا کہ اس کے دماغ میں نقص پیدا ہو گیا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے وصیت کا نظام تو اس لئے قائم کیا ہے کہ مخلصوں کی جماعت کو ایک جگہ اکٹھا کیا جائے۔ مگر ان مخلصوں میں ایسے شخص کو شامل کیا جاتا ہے جو ہر مہینہ اپنے لباس یا کھانے یا اپنی بیوی بچوں کے لباس یا کھانے پر جتنا صرف کرتا ہے اتنا یا اس سے بھی کم چندہ دے دیتا ہے یہ کمال الایمان ہونے کی علامت نہیں ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی ایسی وصیتیں نکلی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہوار آمدنی کو چھوڑ کر معمولی مکان کی وصیت کرنے کا طریق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منشاء کے مطابق نہ تھا مثلاً ایک شخص وصیت کرتا ہے جس کا معمولی مکان تھا اس نے اپنی وصیت میں لکھا کہ "اس وقت میری کوئی جائداد نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ملازم ہوں میری تنخواہ چار روپے ہے اس کا دسواں حصہ صدر انجمن احمدیہ کی خدمت میں ادا کرتا رہوں گا۔ اگر آئندہ میری کوئی جائیداد ہو یا تنخواہ بڑھ جائے تو اس کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے اور میرا ایک مکان ریاست مالیر کوٹلہ میں ہے وہ خاص میری ملکیت ہے اس میں اور کسی کا حصہ اور نہ حق ہے اس کے آٹھویں حصہ کی بھی انجمن احمدیہ مالک ہے۔"

چونکہ مکان آمد پیدا کرنے والا تھا اس لئے اس وصیت کے لحاظ سے جائیداد نہ قرار دیا گیا تو وصیت کے لئے

دسویں حصہ سے مراد

اس کی آمد کا دسواں حصہ ہے جس پر گزارہ ہو ایک زمیندار ہے اگر وہ اپنی زمین کا دسواں حصہ وصیت میں دے دیتا ہے تو وہ وصیت کا حق ادا کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے گزارہ کا ذریعہ زمین ہی ہے مگر ایک ملازم جو تین چار سو ماہوار تنخواہ پاتا ہے یا ایک تاجر جسے تجارت کی آمدنی ہے وہ اگر وصیت میں جدی مکان کا کچھ حصہ جو کہ پچاس یا ساٹھ یا سو روپیہ دے دیتا ہے تو وہ وصیت کے منشاء کو پورا نہیں کرتا وصیت کے لحاظ سے وہ جائیداد والا نہ تھا اس کی آمد تھی اسے وصیت کا حصہ دینا چاہیئے تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو

ترکہ کا لفظ

رکھا ہے یعنی وصیت کرنے والے کے تمام ترکہ سے مقررہ حصہ وصیت میں دیا جائے۔ پھر کیا اگر کوئی شخص صرف معمولی اور کرتہ چھوڑ دے تو اس کو اس کا ترکہ قرار دیا جائے گا اور پھر اس کا دسواں حصہ لے کر سمجھ لیا جائے گا کہ اس نے وصیت کا حق ادا کر دیا۔ پس جب کپڑوں کا ایک جوڑا بھی ترکہ کہلا سکتا ہے تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ فرمایا ہے کہ

"ہر ایک صالح جو اس کی کوئی بھی جائیداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے۔"

اس کا کیا مطلب ہوا کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشاء جائیداد نہ ہونے سے یہ تھا کہ ایسا شخص جو ننگا پھرتا ہو اسے بغیر وصیت کے دفن کیا جائے دنیا کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک چلے جاؤ کوئی ایسا انسان نظر نہ آئے گا جو اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھتا ہو اپنے ارد گرد رسی ہی لپیٹے ہوئے ہوگا یا کپڑے کے چیتھڑے ہی باندھے ہوئے ہوگا وہی اس کا ترکہ اور جائیداد ہوگی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کہنا کہ جس کی جائیداد نہ ہو اس کا تقویٰ اور خدمت دین دیکھی جائے گی بے معنی کلام ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ کبھی خیال میں بھی نہیں آ سکتا کہ ایک شخص دین کی بڑی خدمت کرنے والا بڑا متقی ہے مگر

مادر زاد ننگا

رہتا ہو اگر اس کے پاس لنگوٹی ہوگی تو وہی اس کا ترکہ ہوگا کیونکہ جو چیز انسان مرنے کے بعد قبر میں نہیں لے جاتا اور پیچھے چھوڑ جاتا ہے وہ اس کا ترکہ ہے۔ پس اس طرح کوئی انسان ایسا نظر نہیں آتا جس کی کوئی جائیداد نہ ہو اگر لنگوٹی باندھے رہتا ہوگا تو اسے بھی مرنے کے بعد کفن پہنا دیا جائے گا اور اس کی لنگوٹی قبر سے باہر رہ جائے گی یا اگر رنگین چھوٹی پرانی جوتی ہوگی اور وہ قبر سے باہر رہے گی تو وہی ترکہ ہوگا۔ پس یہ ناممکن ہے کہ کوئی ایسا انسان ملے جس کی ترکہ کے لحاظ سے کوئی جائیداد نہ ہو اور جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ لکھا ہے کہ جس کی جائیداد نہ ہو اس کے مقبرہ بہشتی میں دفن ہونے کا اور طریق ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ

جائداد نہ ہونے سے مراد

آمدنی کا نہ ہونا ہے یعنی جس کے گزارہ کی کوئی معین صورت نہ ہو۔ اور وہ بغیر جائیداد کے وصیت کر سکتا ہے۔ تھوڑے سے دن ہوئے مجھے رپورٹ پہنچی کہ کسی شخص نے لکھا ہے وصیت کی اس تشریح کے ماتحت بہت سے لوگوں کو ابتلاء آ رہا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جتنی وصیتیں اس تشریح کے بعد کی گئی ہیں اتنی کبھی پہلے نہیں کی گئیں اگر ابتلاء کا یہی ثبوت ہے تو میں کہوں گا کہ

"ایسا ابتلاء روز روز آئے"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

کہ خدا تعالیٰ کے بعد اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کفر ہے تو خدا کی قسم میں بڑا کافر ہوں۔ پس اگر جماعت کے ابتلاء کا یہی ثبوت ہے کہ بہت لوگ صحیح طریق پر وصیتیں کرنے لگ گئے ہیں اور جنہوں نے پہلے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کی ہوئی تھی ان میں سے ۱/۴ اور ۱/۳ حصہ تک کی وصیتیں کر رہے ہیں تو ایسا ابتلاء روز روز آئے ہاں ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اسے ابتلاء آیا ہے مگر ابتلاء تو تب کہا جائے جب اس بارہ میں

کسی قسم کا جبر

کیا جائے لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ وصیت کے کرانے کے لئے جبر کیا جاتا ہے۔ یہ ایک نیکی ہے۔ جو کر سکتے ہیں کریں اگر کوئی کہے میں ظہر و عصر کی چار رکعت نہیں پڑھ سکتا دو پڑھ لوں گا تو ہم اسے کہیں گے نماز پڑھنا چاہتے ہو تو پھر چار ہی پڑھو اس میں ناقصہ ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اچھا تم دو یا ایک ہی رکعت پڑھ لو کیونکہ یہ کسی نمازی بنانے کے لئے کافی نہیں۔ نمازی کے لئے ضروری ہے چار ہی پڑھے اسے کوئی ابتلاء نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح وصیت کے بارے میں احمدی کے لئے ابتلاء کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں تیسری کوئی نہیں یا تو یہ کہ ہر ایک احمدی کو مجبور کیا جائے کہ وہ ضرور وصیت کرے تب کمزور لوگ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری آمدنی اتنی نہیں ہم وصیت کر سکیں مگر وصیت کرنا تو اپنی مرضی پر ہے اور یہ اخلاص کے پرکھنے کا معیار ہے۔

ایمان کا معیار

نہیں ہے ایمان کے لئے یہ کافی ہے کہ کوئی کہے میں خدا کو وحدہ لاشریک مانتا ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں کہ وہ خدا کے سچے نبی ہیں اور اپنے زمانہ کے مامور اور مرسل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانتا ہوں۔ جو شخص یہ اقرار کرتا ہے اسے کوئی

اسلام اور احمدیت

سے نہیں نکال سکتا اس کے اعمال خراب ہوں گے تو اسے خدا تعالیٰ پکڑے گا مگر کسی کے اختیار میں یہ نہیں ہے کہ اسے اسلام سے نکال دے ہاں اگر وہ ان امور کا جن پر اسلام کی بنیاد ہے انکار کرے گا تو خود اسلام سے نکل جائے گا۔ البتہ

مقررہ نظام

سے آدمی کو نکالا جاتا ہے اگر وہ ایسا کام کرے جس سے تفرقہ پیدا ہوتا ہو کوئی فتنہ برپا ہوتا ہو تو اسے جماعت سے علیحدہ کیا جاتا ہے مگر احمدیت سے نہیں نکالا جاتا اور جماعت سے نکالنے اور احمدیت سے علیحدہ کرنے میں فرق ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ جب کسی کا بیٹا نافرمان ہو جائے تو اسے عاق کر دیا جاتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ بیٹا ہی نہیں رہا وہ نطفہ تو اسی کا ہوتا ہے ہاں مل کر کام نہ کرنے کی وجہ سے اسے علیحدہ کر دیا جاتا ہے اسی طرح جسے جماعت سے نکالا جاتا ہے اسے احمدیت سے نہیں نکالا جاتا جب تک کہ وہ اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے تو

وصیت کے متعلق

اگر مجبور کیا جاتا ہو تب کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ ٹھوکر کا باعث ہے یا جو روپیہ وصیت کا آتا ہو وہ کسی ایک شخص کی جائداد بن رہا ہو میرے یا میرے بیوی بچوں پر خرچ ہوتا ہو تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اس روپیہ کو

دین کی اشاعت

کے لئے خرچ کرنے کو کہا ہے۔ مگر ایسا نہیں ہوتا۔ پس اگر یہ روپیہ دین کے لئے لیا جاتا ہے اور دین پر خرچ کیا جاتا ہے تو پھر یہ کہنے سے کہ وصیت خاص لوگوں کے لئے ہے اور ان لوگوں کے لئے ہے جو

خاص قربانی

کر کے خاص درجہ حاصل کریں تو اس میں ابتلاء کی کونسی بات ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ گورنمنٹ ایف۔ اے میں اسی طالب علم کو داخل کرتی ہے جو انٹرنس پاس ہو اب کوئی انٹرنس تو پاس نہ کیا ہو اور کہے گورنمنٹ مجھے ایف اے میں داخل نہیں ہونے دیتی اور مجھ پر بڑا ظلم کرتی ہے تو یہ ظلم کس طرح ہوا۔ بیشک ایف اے میں داخل ہونے کی شرط دیانت کام ملے

مسئلہ ارتقاء اور ختم نبوت

از محترم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن ۔ بمبئی

(۱)

عنوان ۔ مندرجہ عنوان کا پس منظر یہ ہے کہ بعض لوگوں نے مسئلہ ارتقاء کو نبوت کی عدم ضرورت کے ثبوت میں پیش کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انسان میں غور و فکر کی ایسی اعلیٰ صلاحیت پیدا ہو گئی کہ وہ اپنے جسمانی ۔ اخلاقی اور روحانی مسائل کے حل کرنے میں کسی خارجی رہنمائی کا محتاج نہیں رہا ۔ حقوق العباد ہوں یا تعلق باللہ کے مسائل انہیں حل کرنے کیلئے وحی و نبوت اور جبریل کی آمد و رفت کی ضرورت نہیں رہی اس لئے انسان اپنے مسائل آپ طے کرنے کے قابل ہو گیا ۔

اس مکتبۂ خیال کے لوگوں نے مرتبۂ ختم نبوت کی یہی تشریح کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ختم نبوت اس منصب کا نام ہے جہاں آ کر نبوت کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے ۔ اور خاتم النبیین اس انسان کامل کو کہتے ہیں جو نبوت کی عدم ضرورت کا اعلان کرتا ہے ۔

مسلمان فلسفی اس عہد میں کئی مسلمان فلسفیوں نے ختم نبوت کی یہی تعریف کی ہے ایک طبقہ مولینا ابو الکلام آزاد کو بھی اس مسلک کا حامی بتاتا ہے

حضرت مسیح موعودؑ کے دلائل سے گریز یہ حد اصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زبردست دلائل سے گریز کا پہلو اختیار کیا گیا ۔ جو ختم نبوت کے خود ساختہ مفہوم کے سمجھانے میں جب علماء کی دینی و مذہبی بصیرت کام نہ آئی تو اب فلسفیوں نے یہ مسئلہ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا کہ اگر نبوت کی عدم ضرورت قرآن احادیث ۔ سنت رسول اور اقوال اکابر امت سے ثابت نہیں ہوتی تو کیا ہوا آؤ ہم اس کی عدم ضرورت پر مسئلہ ارتقاء پیش کرتے ہیں ۔ اور فلسفیانہ تصورات کے آئینے میں نبوت کی عدم ضرورت دکھاتے ہیں ۔

ہم فلسفیوں کی اس تحقیق کی داد دیتے ہیں ۔ آخر جب سلسلۂ نبوت کی ضرورت دینی آثار سے ثابت نہیں ہوتی فلسفہ کے زور سے اس کی عدم ضرورت ثابت کرنے کی کوشش کی ۔ لیکن ہم دبے ہوئے طور پر عرض کریں کہ اگر ختم نبوت کا یہ مفہوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انسانی ذہن اتنا ترقی یافتہ ہو گیا کہ اسے راہ محبت کے لئے کسی وحی و الہام یا خدائی رہنمائی کی ضرورت نہیں رہی ۔ تو وہ یہ بتائیں کہ آج ان کے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت باقی ہے یا نہیں اور وہ لوگوں کو اسلام ۔ قرآن اور نبوت محمدیہ کی طرف بلاتے ہیں یا نہیں ۔ اگر ان کا پیغام آج بھی یہی ہے کہ

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

(اقبال)

تو پھر نبوت کی عدم ضرورت کا مطلب کیا ہوا ؟

نئی نبوت اور اگر وہ یہ کہیں کہ (اگرچہ ان کا فلسفیانہ تصور اس کا متحمل نہیں ہو سکتا) کہ اب کسی جدید یا نئی نبوت کی ضرورت نہیں تو پھر ہم پوچھیں گے کہ اب مسئلہ ارتقاء کیا ہوا ؟ کیا اب انسانی ذہن میں ترقی کرنے کی صلاحیت نہیں ۔ کیا اب قرآن سے نئے نئے معارف و حقائق دریافت نہیں کئے جا سکتے ۔ کیا اب ان کا قرآن پاک کی اس تعریف پر ایمان نہیں کہ

لا تنقضی عجائبہٗ ولا یخلق
عن کثرۃ الرد

اگر ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کی عدم ضرورت کا اعلان کرنے نہیں آئے تھے بلکہ اپنی امت کو نبوت کا راستہ دکھانے آئے تھے ۔

ختم نبوت کا یہ فلسفیانہ تصور جو دینی مذہبی بصیرت سے معرّا ہو کر مسئلہ نبوت سمجھانے آیا ۔ وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو منفی رسالت تصور کرنے کی بجائے جامد و معطل مانتا ہے ۔ اور یہ آپ کی نبوت پر ایک ایسی چوٹ ہے جو کسی مسلمان کا دل برداشت نہیں کر سکتا ۔

ہمارے سامعین میں کچھ حضرات ایسے بھی ہوں گے جو سوچتے ہوں گے کہ یہ ارتقاء اور مسئلہ ارتقاء کیا ہے کہ اب احمدیوں کے خلاف کون سا نیا ہتھیار استعمال کیا جا رہا ہے ۔ اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے میں انہیں ارتقاء کا مفہوم سمجھا دوں

مفہوم ارتقاء تو واضح ہو کہ ارتقاء آہستہ آہستہ ترقی کرنے کو کہتے ہیں ۔ ترقی کی دو قسمیں ہیں ۔

فوری اور تدریجی

مثلاً جب ہم اولمپک گیم یا دوسرے کھیلوں میں کسی کو چھ یا سات فٹ اونچی جمپ کرتے دیکھتے ہیں تو اس کو ہم ارتقاء نہیں کہیں گے اس لئے کہ چھلانگ لگانے والا آہستہ آہستہ قدم نہیں بڑھاتا ۔ بلکہ وہ ایک مرتبہ اچھلتا اور اپنی مطلوبہ بلندی پر پہنچ جاتا ہے ۔

ارتقاء ۔ لیکن جب ہم مکان کی چھت پر یا پہاڑ کی چوٹی پر زینہ بزینہ چڑھتے ہیں ایک قدم کے بعد دوسرا قدم بڑھاتے ہیں اور اس طرح زمین سے پندرہ فٹ بیس فٹ بلند ہو کر چھت پر چڑھتے ہیں ۔ یا کبھی کبھی ۲۴ - ۲۵ ہزار فٹ کی اونچائی پر جاتے ہیں ۔ جیسے ماؤنٹ ایورسٹ کی چوٹی سر کرنے والوں نے کیا تو اس کو ہم ارتقاء کہیں گے ۔ مرقاۃ ۔ عربی میں زینہ کو مرقاۃ بھی کہتے ہیں جو اسی مصدر سے بنا ہے ۔ غرض ارتقاء آہستہ آہستہ ترقی کرنے کو کہتے ہیں ۔ اسی لئے ڈارون کے اس نظریہ کو بھی جسمانی ارتقاء کہتے ہیں ۔ جس میں اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ انسان پہلے گوریلا یا اسی قسم کا کوئی جانور تھا ۔ آہستہ آہستہ اس کی دم گھسی پھر بدن کے بال جھڑے اور وہ انسان بن گیا ۔ اس نظریہ کے مطابق اس حیوان کو انسان بننے میں لاکھوں سال لگے ۔ اس لئے اس تبدیلی کو ارتقاء کہتے ہیں ۔ ہم ڈارون کے نظریۂ ارتقاء سے پوری طرح متفق نہیں ۔

بچپن ۔ جوانی ۔ بڑھاپا لیکن ہمارے سامنے ایک اور مثال ہے ۔ جو ہمیشہ ہمارے مشاہدے میں آتی رہتی ہے یعنی ایک بچہ آہستہ آہستہ جوان ہوتا ہے پوری جسمانی نشو و نما حاصل کرنے میں عموماً اس کو پچیس سال لگ جاتے ہیں ۔ اس لئے ہم اس کو جسمانی ارتقاء کہتے ہیں

ذہنی ارتقاء اسی طرح جسم کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ بچے کا دماغ بھی ترقی کرتا ہے ۔ وہ بچہ جو پیدائش کے ابتدائی دنوں میں ماں کے چہرے کو بھی نہیں پہچانتا ۔ اس کا دماغ آہستہ آہستہ ترقی کرنے لگتا ہے ۔ اس کا ذہنی نشو و نما پاتا ہے ۔ وہ کچھ ہوش یا رہوتا ہے ۔ پرائمری پاس کرتا ہے ۔ پھر مڈل ۔ پھر میٹرک پھر گریجوایٹ بنتا ہے ۔ اور بہت سی ڈگریاں لیتا ہے ۔ اور ایک عقلمند و ذہین انسان سمجھا جاتا ہے ۔ وہ دماغ جو پہلے یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ بدن سے مکھی کیسے اڑائی جائے ۔ اب طبیعات ۔ فلکیات اور الہیات کے بڑے بڑے مسائل حل کرتا ہے ۔ اسی کو "ذہنی ارتقاء" کہتے ہیں ۔ عصر حاضر کے بعض فلسفیوں نے نبوت کے مقابلے میں اسی ذہنی ارتقاء کو پیش کیا ہے ۔

نبوت اور ناپختہ شعور وہ کہتے ہیں کہ پہلے انسان کو نبوت اور خدائی ہدایات کی ضرورت تھی ۔ مگر اس لئے کہ اس کا شعور کچا تھا ۔ اب اس کا شعور پختہ ہو گیا ہے ۔ اور وہ خود نیکی و بدی کی باریک سے باریک راہیں دیکھنے کے قابل ہو گیا ہے ۔ اس لئے اب کسی خارجی ہدایت کی ضرورت نہیں ۔ اب اس کا ترقی یافتہ شعور خود اس کی ہدایت کرے گا اس طرح وہ نبوت کی عدم ضرورت پر استدلال کرتے ہیں اور اپنے اس فلسفیانہ تصور کی روشنی میں مسئلہ ختم نبوت کی تشریح کرتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ اب دنیا کو نبوت کی ضرورت نہیں ۔ میں اس جگہ یہ بھی عرض کر دوں کہ مسئلہ ارتقاء ایک ایسا مسئلہ ہے جو نبوت کے علاوہ الوہیت کے مقابل بھی پیش کیا گیا ہے ۔

نفی الوہیت اینگلز نے اپنی کتاب "یوٹوپیائی اور سوشلزم" میں صاف کہا ہے کہ

آج ہمارے ارتقائی تصور کائنات میں کسی خالق یا فرمانروا کی قطعی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔ اور ایک ایسی ہستی اعلیٰ کا ذکر جو تمام موجود دنیا سے الگ تھلگ ہو ۔ ایک تناقض لفظی ہے اور مجھے تو اب معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیز مذہبی لوگوں کے جذبات کی خواہ مخواہ توہین بھی ہے (ص۳۱)

احمدیہ طرز فکر لیکن ہمارا جو طرز فکر ہے ۔ وہ اس سے کچھ مختلف ہے ۔ ہم اس مسئلہ ارتقاء کو ختم نبوت کے اس مفہوم کی تائید میں پیش کرتے ہیں جو اس عہد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت شاندار انداز میں بیان فرمایا ہے ۔

ثقافت کے دو دور ہمارے سامنے انسانی ثقافت کی مختلف شاخیں ہیں ۔ جیسے علم سیاست ۔ علم اقتصاد ۔ علم طب ۔ فلسفہ ۔ انسانی تہذیب و تمدن کے ان تمام شعبوں کو ہم دو دوروں سے گزرتے ہوئے دیکھتے ہیں ۔ ایک "دور لامرکزیت" ہے ۔ اور دوسرا "دور مرکزیت" ہم اس حقیقت کو قصۂ آدم سے ابتداء کرتے ہیں ۔

(بقیہ صفحہ ۴)

نہ پوری کی جائے ۔ اس وقت تک داخلہ کی اجازت کس طرح مل جائے ۔

پس ابتلاء کی کوئی بات نہیں جس شخص نے یہ بات لکھی ہے اسے ابتلاء آیا ہو تو خبر نہیں ۔ لیکن اوروں کو نہیں آیا بلکہ دنیا میں بہت زیادہ ترقی ہوئی ہے ۔

اس وقت میں پھر دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر ان میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہ کوئی ایسا کام کرے کہ اسے بخشا جائے وہ دین کو دنیا میں مقدم کر رہا ہے ۔ تو وہ علاوہ اور اصلاح کے اپنے مال کے کم از کم ۱/۱۰ حصہ کی اور زیادہ سے زیادہ ۱/۳ حصہ کی وصیت کرے اگر اس کا گزارہ تنخواہ پر ہو تو تنخواہ کے حصہ کی کرے اور اگر جائیداد کی آمد پر ہے تو اس کی کرے ۔ اس کے بعد وہ خدا کا لے کے حضور انہی لوگوں میں رکھا جائے گا جو ایفائے عہد کرتے ہیں ۔

(الفضل ۵ ۴/۶۱)

نسلِ انسانی چقماق پتھر

اس روئے زمین پر نسلِ انسانی کئی لاکھ سالوں سے چلی آرہی ہے۔ چقماق پتھر کے نوکیلے اوزار سب سے پہلے زمین پر انسان کی موجودگی کا پتہ دیتے ہیں۔ ماہرین علم طبقات الارض کو زمین کی بعض تہوں سے چقماق پتھر کے نوکیلے اوزار ملے ہیں۔ ان اوزار کے متعلق ان کا قیاس ہے کہ وہ انسانی ہاتھ کے بنائے ہوئے ہیں۔ اور وہ اوزار جن تہوں سے نکلے ہیں ان کے متعلق یہ خیال ہے کہ وہ تہیں کئی لاکھ برس پہلے کی ہیں اس طرح وہ ثابت کرتے ہیں کہ انسان لاکھوں برس سے زمین پر آباد ہے۔ اس وقت وہ چقماق پتھر کے نوکیلے اوزار سے شکار کیا کرتا تھا اور غالباً اس کا ذریعہ معاش بھی تھا۔

شعور کی طرف ترقی

پھر وہ آہستہ آہستہ زندگی کے مرحلوں میں ترقی کرتا گیا۔ اس میں اجتماعیت کا کچھ شعور آتا گیا! وہ ٹولیاں بنا بنا کر رہنے لگا۔ یہ شعور و تمدن کی طرف انسان کی ترقی تھی مگر اس ترقی کی رفتار بہت ہی دھیمی تھی۔

نینڈرتھل انسان

مگر یہ تو لاکھوں برس پرانی بات ہے۔ مگر زمین کی وہ تہیں جو پچاس ہزار سال قبل کی ہیں۔ ان سے انسان کے بنائے ہوئے پتھر کے بہت نفیس اوزار ملے ہیں۔ اور ہڈی کے ایسے ڈھانچے اور کھوپڑیاں بھی ملی ہیں جو ہم لوگوں کی کھوپڑیوں اور ڈھانچوں سے ملتی جلتی ہیں۔ یہ آثار سب سے پہلے سوئٹزرلینڈ کے مقام "نینڈرتھل" سے دستیاب ہوئے ہیں۔ اس لئے اس کو نینڈرتھل انسان کہتے ہیں۔

صنعتی تدریجی ترقی

ان آثار سے انسان کے بہت سے تاریخی حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ کھانا پینا، طرز بود و باش وغیرہ کا پتہ چلتا ہے ان آثار سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں صنعت بھی تدریجی طور پر ترقی کر رہی تھی غرض نوع انسان کی کہانی کئی لاکھ سالوں کی مدت پر پھیلی ہوئی ہے۔ مگر اس طویل عرصہ حیات میں کہیں اس کی مرکزیت معلوم نہیں ہوگی۔ خزاں دیدہ پتوں کی طرح یہ کہانی ادھر ادھر بکھری نظر آئے گی۔

عہد آدم اور تاریخ کی مرکزیت

لیکن یہی نسل انسانی جب زندگی کا سفر طے کرتی ہوئی اس منزل پر آتی ہے جس کو عہد آدم کہتے ہیں۔ تو پھر اس قصے اور انسانی ثقافت کو ایک مرکزیت حاصل ہو جاتی ہے۔ انہیں انسانوں میں ایک انسان پیدا ہوتا ہے جس کو عرف عام میں آدم کہتے ہیں۔ اس کی پیدائش کے بعد لاکھوں برس کی بکھری ہوئی حالات ایک مرکز پر آجاتی ہیں حتیٰ کہ اب مشہور ہو جاتا ہے کہ یا انسان آج ہی پیدا ہوا ہے۔ اب انسان کی صد ہزار سالہ ثقافت سمٹ سمٹا کر حضرت آدم کے ارد گرد جمع ہو جاتی ہے۔ اور وہی اب انسانیت کے معمار کہلاتے ہیں۔ حضرت آدم کا ظہور بنی نوع انسان کی تاریخ میں ایسی اہمیت رکھتا ہے کہ اس کے بعد اس مخلوق کی زندگی کے وہ ان گنت واقعات جو کئی لاکھ سال کی مدت میں پھیلے ہوئے ہیں حفظ پارینہ بن گئے۔ اور اب انسان کی تاریخ مرتب کرتے ہوئے مورخ ایک آدم کا پتہ لگاتا ہے اور وہ پرانی اقوام کے تاریخی حالات کا جائزہ لینے کے لئے اس مرکز پر آکر کھڑا ہوتا ہے۔ جہاں حضرت آدم کھڑے ہیں۔

ابو البشر

مذہبی نوشتوں میں حضرت آدم کو جو ابو البشر کہا گیا ہے اس کی یہی وجہ ہے۔

کامل ابن اثیر

مشہور مسلمان مورخ "ابن اثیر" نے اپنی تاریخ "کامل ابن اثیر" میں حضرت آدم کا ہم سے ان الفاظ میں تعارف کرایا ہے

حضرت علی۔ ابن عباس۔ قتادہ اور ابو العالیہ کا قول ہے کہ آدم علیہ السلام ہندوستان کے اس پہاڑ پر اتارے گئے۔ جس کا نام نود ہے۔ اور جو سرزمین سراندیپ میں واقع ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ "بحر ہیر" پر نازل کئے گئے۔ ابو جعفر نے اس قول کے متعلق کہا ہے کہ اس کی صحت کا کوئی دوسرا ثبوت نہیں۔ اور چونکہ اس باب میں اس کے متعلق کوئی علم نہیں کہ آدم کا نزول ہندوستان میں ہوا ہے۔

حضرت آدم نے ہی اس سرزمین میں اولین گھر آباد کیا۔ پھر خدا کی ہدایت کے مطابق ہندوستان سے مکہ کی زیارت کو بھی گئے۔ وہاں انہوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی پھر وہ ہندوستان لوٹ آئے۔ اور کوہ نود پر وفات پائی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت آدم نے چالیس مرتبہ پیادہ پا حج کیا۔ کہتے ہیں کہ جب آدم جنت سے ہندوستان کی طرف آئے تو ان کے سر پر بہشتی درختوں کا ایک تاج تھا جب ہندوستان میں آئے تو پتوں کا یہ تاج سوکھ گیا۔ اور سوکھے ہوئے پتے ادھر ادھر زمین پر بکھر گئے۔ انہیں پتوں سے ہندوستان میں طرح طرح کے خوشبودار درخت اور پودے اگ آئے۔ ہندوستان میں خوشبودار درختوں کی کثرت کی یہی وجہ ہے۔ اسی سرزمین میں حضرت جبریل نے آدم کو ایک گیہوں کا ایک تھیلا بھی پیش کیا۔ انہوں نے جبریل کی ہدایت کے مطابق اس تھیلے کو زمین پر بکھیر دیا اور اس طرح ہندوستان میں گیہوں کی کاشت شروع ہوئی جبریل نے ہی انہیں چقماق سے آگ نکالنے کی ترکیب بتائی۔ اور لوہے کی صنعت اور کاشتکاری کا فن بتایا۔

(کامل ابن اثیر۔ ذکر موضع الذی اھبط فیہ آدم وحوا من الارض)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ باغبانی، کاشتکاری۔ پارچہ بافی اور صنعت و حرفت کے فنون کی ایجاد حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ کام انسان اس روئے زمین پر آدم سے بہت پہلے کرتا آرہا تھا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے زمانے میں انسانی فکر و شعور نے ایک مرکزیت حاصل کی۔ انسانی ثقافت کے ہر شعبے میں ترقی ہوئی۔ اور انسان کی زندگی ایک قاعدے۔ ضابطے اور دستور کے ماتحت آگئی۔ یوں انسان لاکھوں سال سے اس زمین پر آباد تھا۔ مگر آدم سے پہلے اس میں نظم و ضبط قائم نہیں ہوا تھا۔ اور اس کے لاکھوں سالہ واقعات کو مرکزیت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اس کی زندگی کی داستانات زمین کی تہوں۔ پتھر کے ہتھیاروں اور دوسرے آثار میں بکھری ہوئی تھی۔ ظہور آدم کے بعد ان تمام واقعات کو ایک مرکزیت حاصل ہو گئی۔ اس لئے اب ہم جس جہت سے بھی نوع انسان کی تاریخ کا سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ وہ ایک آدم کے وجود پر جا کے ختم ہو جاتا ہے۔

آدم از آدم

اس جگہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک حوالہ نقل کرنا چاہتا ہوں جس سے بہت سے شبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔ آپ عمر دنیا اور تخلیق آدم کے متعلق فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت مسیح موعود کا حوالہ

ہم اس مسئلہ تورات کی پیروی نہیں کرتے کہ چھ سات ہزار سال سے ہی جب سے کہ آدم پیدا ہوا ہے اس دنیا کا آغاز ہوا ہے اور اس سے پہلے کچھ نہیں تھا اور نہ ہم اس بات کے مدعی ہیں کہ یہ تمام نسل جو اس وقت دنیا کے مختلف حصوں میں موجود ہے یہ اسی آخری آدم کی نسل ہے۔ ہم تو اس آدم سے پہلے بھی نسل انسانی کے قائل ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف کے ان الفاظ سے پتہ لگتا ہے کہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ۔ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آدم سے پہلے بھی دنیا میں مخلوق موجود تھی۔ پس امریکہ اور آسٹریلیا وغیرہ کے لوگوں کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس آخری آدم کی اولاد میں سے ہیں یا کسی دوسرے آدم کی اولاد میں سے۔

(سلسلہ احمدیہ صفحہ ۲۹۳ بحوالہ الحکم ۳۰ رمئی ۱۹۰۸ء)

سائنس دان اور آدم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس حوالے سے بہت سے شبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ انہیں میں ایک شبہ یہ بھی ہے کہ سائنس دان ایک آدم کے وجود کے قائل نہیں۔ لیکن وہ بھی جب نوع انسان کی سرگزشت پر غور کرتے ہیں تو سوچتے سوچتے ایک ایسے سردار قبیلہ یا سردار قوم تک پہنچتے ہیں۔ جس کو تاریخ انسانی میں مرکزیت حاصل ہوتی ہے۔ جہاں ایک عہد کی تاریخ ختم ہوتی ہے اور دوسرے عہد کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔

تعمۃ آدم کی طرح مرکزیت اور [illegible] کی اور بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ غور کرنے پر ہر تحریک اور علم و فن میں ان دو دوروں کا سراغ ملے گا۔

(باقی)

وعدہ جات چندہ تحریک جدید

تحریک جدید کے نئے مالی سال کے آغاز پر پانچ ماہ گذر چکے ہیں لیکن ابھی تک بہت سے احباب اور جماعتوں کی طرف سے وعدہ جات موصول نہیں ہوئے اس سلسلہ میں احباب کو جماعتی طور پر اور انفرادی طور پر بھی یاد دہانی کرائی گئی ہے سیکرٹریان تحریک جدید اور دیگر صاحبان سے درخواست ہے کہ وہ جلد اس طرف توجہ فرماویں (وکیل المال تحریک جدید)

درخواست ہائے دعا:۔ (۱) میں میاں دو امتحانوں میں شریک ہو رہا ہوں نمایاں کامیابی کیلئے احباب ملت سے نہایت عاجزانہ دعا کی درخواست ہے (خاکسار صدیق احمد امین ابن مولوی شریف احمد صاحب امینی مبلغ سلسلہ احمدیہ)
(۲) میرا بیٹا ایم سی میڈیکل کا آخری امتحان مورخہ ۲۵ راپریل سے شروع ہے احباب درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے امتحان میں نمایاں کامیابی عطا فرمائے اور مریض بیمار کو ہر دو ہر کرے۔ آمین
خاکسار مرزا رفیق بخش بی ایس سی نامیل وحنا پرنس ڈاکٹر رشید سوپیلی لالی پور

فرعون مصر کی لاش اور قرآن مجید کی پیشگوئی

(از مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر سابق مبلغ بلاد عربیہ)

(۱)
چشمدید گواہ

مجھے اپنے قیام قاہرہ میں فرعون مصر کی لاش دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ لاش خاص اہتمام سے المتحف المصری (عجائب گھر) میں رکھی ہوئی ہے۔ جونہی خاکسار عجائب گھر کے اس کمرہ میں داخل ہوا جہاں یہ لاش رکھی گئی ہے تو وہاں میں نے جرمن، ناروے اور امریکہ کے متعدد زائرین کو دیکھا کہ وہ اپنی اپنی زبان میں فرعون کی لاش کے سامنے کھڑے ہو کر اس کے تاریخی اور نہ بھولنے والے واقعہ کو بیان کر رہے تھے۔ ہاں یہ وہ واقعہ ہے جو اپنے اندر عبرت کے کئی سامان رکھتا ہے۔

میں فرعون مصر یعنی شہنشاہ مصر کی لاش کے سامنے کھڑا تھا مگر میرے سامنے اب صرف لاش ہی نہ تھی بلکہ خدا تعالیٰ کے عظیم الشان رسول و نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظیم الشان فتح و غلبہ کا تاریخی منظر تھا اور دوسری طرف فرعون کی غرقابی تھی اور آج اس کی لاش قرآنی پیشگوئی الیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ (یونس) کے مطابق قرآن کی صداقت اور ہستی باری تعالیٰ پر دلیل ناطق ہے۔

(۲)
بنی اسرائیل پر مظالم

میں فرعون مصر کی لاش کے سامنے مبہوت کھڑا تھا۔ میرے سامنے ایک طرف فرعون کی شان و شوکت اس کی وسیع و عریض سلطنت، بلند و بالا وسیع محلات میں عیش و عشرت رکھنے والا شہنشاہ، سیم و زر سے کھیلنے والا جلیل بادشاہ تھا۔ جس نے بنی اسرائیل پر اتنے مظالم کئے جن سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور انسانی جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ مصر میں بنی اسرائیل غیر معمولی ترقی کر رہے تھے ان کی تعداد بڑھ رہی تھی۔ فرعون ان کی اس ترقی سے خائف تھا کہ کہیں مستقبل میں بنی اسرائیل کی طرف سے فرعون کے لئے مستقل خطرہ نہ پیدا ہو جائے۔

چنانچہ بائیبل اس امر کا یوں ذکر کرتی ہے
"لیکن اسرائیل کی اولاد برومند ہوئی اور بہت بڑھی اور فراوان ہوئی اور نہایت زور پیدا کیا۔ اور وہ زمین ان سے معمور ہو گئی۔ تب مصر میں ایک نیا بادشاہ جو یوسف کو نہ جانتا تھا پیدا ہوا اور اس نے اپنے لوگوں سے کہا۔ دیکھو کہ بنی اسرائیل کے لوگ ہم سے زیادہ اور قوی تر ہیں۔ آؤ ہم ان سے دانشمندانہ معاملہ کریں۔ تا نہ ہو کہ جب وہ اور زیادہ ہوں اور جنگ پڑے تو وہ ہمارے دشمنوں سے مل جائیں اور ہم سے لڑیں اور ملک سے نکل جائیں"
(خروج باب آیت ۷ تا ۱۱)

کوائف بالا کے پیش نظر فرعون مصر نے بنی اسرائیل پر ناگفتہ بہ حالات پیدا کر دیئے۔ چنانچہ لکھا ہے۔
"اور مصریوں نے خدمت کروانے میں بنی اسرائیل پر سختی کی اور انہوں نے سخت محنت سے گارا اور اینٹ کا کام اور سب قسم کی خدمت کھیت کی کروا کے ان کی زندگی تلخ کی۔ ان کی ساری خدمتیں جو وہ ان سے کرواتے تھے مشقت کی تھیں"
(خروج باب ۱ آیت ۱۳-۱۴)

اسی پر بھی مصریوں نے بس نہ کی بلکہ فرعون نے بنی اسرائیل کے جذبات و احساسات پر نمک پاشی کرتے ہوئے یوں حکم دیا۔
"اور فرعون نے اپنے سب لوگوں کو تاکید کر کے کہا کہ ان میں جو بیٹا پیدا ہو تم اسے دریا میں ڈال دو اور جو بیٹی ہو جیتی رہنے دو" (خروج)

مندرجہ بالا ناقابل برداشت مظالم و مصائب کے گھٹا ٹوپ بادل بنی اسرائیل پر عرصہ دراز تک چھائے رہے۔ ملک میں حریت ضمیر ناپید تھی۔ اس کے بالمقابل شخصی آمریت کا دور تھا۔ جس نے ملک میں عام دہشت اور ہیبت پیدا کر رکھی تھی مگر قدرت ربانی اپنی جگہ ان مظالم کو ختم کرنے کے سامان کر رہی تھی اور کیوں نہ ایسا ہوتا جبکہ پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا

(۳)
ظہور موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام خوش قسمت اور عظیم الشان تاریخ کے حامل ہیں جس سال حضرت موسیٰ کی پیدائش ہوئی۔ اس وقت فرعون کے شاہی حکم سے بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل عام شروع تھا۔ ان کو چن چن کر مارا جا رہا تھا۔ دائیوں کو حکم دیا گیا تھا کہ کوئی اسرائیلی بچہ سانس نہ لینے پائے مگر خدا تعالیٰ کی قدرت اپنے ایک ہونے والے عظیم الشان نبی و رسول کے ساتھ اعجازی سلوک کر رہی تھی ام موسیٰ جس کے بطن مبارک میں حضرت موسیٰ نے نو ماہ کا عرصہ گذارا تھا۔ وہ بھلا کیسے گوارا کر سکتی تھی کہ اس بچہ کو فرعون کے مظالم کی بھینٹ چڑھا دیا جائے جبکہ اسی بچے نے اس فرعون مصر کو کلیۃً ختم کر کے بنی اسرائیل کو غلامی سے آزاد کرنا اور ان کو ترقی دینا تھا۔ اور اہل مصر کو ہدایت دینی تھی۔ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچانے کے لئے یہ تدبیر کی کہ ام موسیٰ کو وحی کی کہ اپنے بچے موسیٰ کو ایک چھوٹی سی محفوظ کشتی میں ڈال کر دریا میں ڈال دو۔ چنانچہ ام موسیٰ اپنے اس عظیم الشان فرزند کو گلے سے لگا کر روتی ہے۔ اپنی چھاتی سے لگا کر آنسو بہاتی ہے اور آپ کو رخصت کر دیا جاتا ہے حضرت موسیٰ کی بہن اس کشتی کا ساتھ ساتھ تعاقب کر رہی تھی

یہ واقعہ آج سے تین ہزار سال پہلے کا ہے مگر یہ منظر آج بھی آنکھوں سے آنسو رلاتا ہے۔ ماں اور بہن کے جذبات کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے۔ قدرت خداوندی سے یوں ہوا کہ موسیٰ کی کشتی اس نہر میں داخل ہو گئی جو دریا سے کٹ کر فرعون کے محل میں جاتی تھی یہ کشتی اب شاہی محل کے سامنے سے گذرنے لگی۔ فرعون اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ اس نہر اور اس کے ماحول میں مناظر جمیلہ سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ فرعون کی لڑکی نے اس کشتی کو روک لیا اور اس خوبصورت ننھے بچہ کو اٹھا لیا۔ فرعون کی لڑکی اس منظر سے گھبرا جاتی ہے اور اس پر رقت طاری ہو گئی۔ اس کے دل میں رحم آگیا۔ آنکھیں اشکبار تھیں۔ اس نے معاملہ کو فوراً سمجھ لیا کہ یہ کوئی عبرانی نوزائیدہ بچہ ہے۔ جس کو اس کے والدین نے قتل کے ڈر سے دریا میں ڈال دیا ہے یہ کوئی افسانہ نہیں۔ ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا ذکر قرآن مجید اپنے خاص جاذب اسلوب میں یوں … کرتا ہے:-

واوحینا الی ام موسی ان ارضعیه فاذا خفت علیه فالقیه فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین ٥ فالتقطه آل فرعون لیکون لهم عدوا وحزنا ان فرعون وهامان وجنودهما کانوا خاطئین ٥ وقالت امرات فرعون قرت عین لی ولک لا تقتلوہ عسی ان ینفعنا او نتخذہ ولدا وهم لا یشعرون ٥
(القصص)

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی تھی کہ اس کو (یعنی موسیٰ کو) دودھ پلا۔ پس جب تو اس (کی جان) کے متعلق خائف ہو تو اس کو دریا میں ڈال دے اور ڈر نہیں اور نہ کسی پچھلے واقعہ کی وجہ سے غم کر ہم اس کو تیری طرف لوٹا کے لائیں گے اور اس کو رسولوں میں سے ایک رسول بنائیں گے (چنانچہ موسیٰ کی ماں نے اس وحی کے مطابق عمل کیا اور موسیٰ کو دریا میں ڈال دیا۔

پھر اس کے بعد اس (یعنی موسیٰ) کو فرعون کے خاندان میں سے ایک نے اٹھا لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن وہ ان کے لئے دشمن ثابت ہوا اور غم کا موجب بنا۔ فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکر غلطی میں مبتلا رہتے تھے: اور فرعون کی عورت (یعنی فرعون کے خاندان کی عورت) نے کہا: یہ تیرے لئے اور میرے لئے آنکھ کی ٹھنڈک کا موجب ہوگا اس کو قتل نہ کرو ممکن ہے کہ ایک دن وہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں اور ان کو اصل حقیقت معلوم نہ تھی۔

فرعون کی رضامندی سے اس بچہ کی پرورش ہوتی اور خدا کی قدرت کہ یہ بیٹا اس کی ماں کے پاس رضاعت کے لئے لوٹا دیا گیا۔ چنانچہ قرآن کریم اس کا ذکر یوں کرتا ہے:-

فرددناه الی امه کی تقر عینها۔

چنانچہ ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔
مگر یہ عظیم الشان بچہ فرعون کے زیر اہتمام پرورش پاتا رہا۔ آپ کی تعلیم و تربیت شاہی طریقہ سے ہوئی مگر خدا تعالیٰ نے

آئینہ حکماء و علماء

آپ کو ہر قسم کے فلسفہ اور علم سے بہرہ ور کیا حضرت موسٰی کی زندگی کئی مراحل اور تاریخی ادوار کو لئے ہوئے ہے۔

—— (۴) ——

حضرت موسٰی علیہ السلام دربار فرعون میں

حضرت موسٰی علیہ السلام چالیس برس کی عمر میں داخل ہو چکے تھے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو نبوت و رسالت کے انعام سے نوازا۔ بنی اسرائیل پر فرعون کی طرف سے مظالم بڑھتے ہی جا رہے تھے۔ فرعون الحاد اور دہریت کا مجسم نمونہ تھا۔ اس طاغی اور باغی شہنشاہ کو تبلیغ کرنے کے لئے حضرت موسٰی کو ارشاد ربانی ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی حضرت موسٰی علیہ السلام کی خواہش کے مطابق آپ کے ساتھ آپ کے بھائی کو بھی آپ کی مدد کے لئے ارشاد ہوتا ہے:-

اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (طٰہٰ)

"تم دونوں ہی فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔"

حضرت موسٰیؑ و ہارونؑ نے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام دیا کہ:-

فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰي مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (طٰہٰ)

"اے فرعون ہم دونوں یعنی موسٰی و ہارون تیرے رب کے رسول ہیں۔ پس ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے اور ان کو تکالیف مت دو۔ ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے ایک امتیازی نشان لے کر آئے ہیں۔ اور جو شخص اس ہدایت کی اتباع کرے گا اس پر یقیناً سلامتی نازل ہوگی۔"

یہ وہ پیغام ربانی تھا جسے حضرت موسٰی نے خدا تعالیٰ کے حکم سے فرعون مصر کو دیا۔ کیا ہی عظیم الشان پیغام ہے۔ اور اس کی افادی حیثیت کو کس طرح اختصاراً و لم نشرح کیا گیا ہے۔ یعنی اگر امن اور سلامتی کا حاصل کرنا مقصود ہے۔ تو پھر اس ہدایت کی اتباع کرو۔ مگر فرعون جس کی فطرت ثانیہ ہی تمسخر و استہزاء تھی اس نے اس پیغام کو نظر انداز کر دیا۔ حضرت موسٰیؑ کو برا بھلا کہا گیا۔ فرعون نے ملک کے طول و عرض میں حضرت موسٰیؑ کے خلاف فضا کو گندہ کر دیا۔ خدا کے برگزیدہ حضرت موسٰیؑ کا پیغام صرف حد درجہ غرور میں یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا

ہے۔ نیز بنی اسرائیل پر مظالم کو بند کیا جائے مگر معاملہ بگڑتا گیا۔ آخر خدا تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی۔ خدا تعالیٰ نے حضرت موسٰیؑ کو فرعون کے لئے نو معجزات دیئے جس کا ذکر سورہ النمل میں ہے۔ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ کے الفاظ میں آیا ہے۔ یہ نو معجزات مندرجہ ذیل تھے:-

(۱) ید بیضا (۲) عصا (۳) قحط (۴) اولادوں کا مرجانا (۵) طوفان (۶) ٹڈیوں کی کثرت سے فصلوں کی تباہی (۷) زیادہ سردی کی وجہ سے جوؤں کا معجزہ (۸) بارش کی کثرت سے مینڈک بہت زیادہ ملک میں ہو گئے۔ (۹) طاعون کی ایک قسم جس سے ملک میں عام تباہی و بربادی تھی۔ لیکن فرعون اور ان کے ہمنواؤں کو اپنی دولت و ثروت پر ناز تھا۔ اس کا غرور بڑھتا گیا۔ اور جذبۂ انتقام پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گیا۔ بنی اسرائیل کا مصر میں قیام ناممکن ہو گیا۔ قارون اور ہامان کے خزانے بنی اسرائیل کو ختم کرنے کے لئے کھول دیئے گئے۔ ان حالات میں حضرت موسٰی علیہ السلام نے ہجرت کرنے کا عزم صمیم کر لیا۔ کیونکہ اس مشکل سے نکلنے کا آخری اور انفرادی حل یہی تھا۔ نیز خدا وند تعالیٰ نے حضرت موسٰیؑ کو عظیم الشان کامیابی دینی تھی اور فرعون کو غرق کرنا تھا۔

—— (۵) ——

حضرت موسٰی و غرقابی فرعون

اب حضرت موسٰی علیہ السلام اور فرعون کا یہ واقعہ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کے دور میں داخل ہو گیا۔ ایک طرف خدا کا مرسل۔ اور دوسری طرف فرعون مصر جس کا نام "منفتاح" تھا جس فرعون نے حضرت موسٰیؑ کی پرورش کی تھی اس کا نام رعمسیس تھا۔ جو فرعون منفتاح کا والد تھا) حضرت موسٰی علیہ السلام خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے ہجرت کرنے بہمت جب اسرائیلی کوئے کر رہے تھے پیچھے فوج فرعون بھی ساتھ ہو لی۔ سوانہ ہوتے خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بڑی کامیابی سے بحر قلزم سے گزار دیا جبکہ دریا خشک تھا چنانچہ اس کا ذکر خروج میں یوں آیا ہے۔

"اور بنی اسرائیل دریا کے بیچ میں سے سوکھی زمین پر ہو کے گذر گئے اور پانی کی ان کے دہنے اور بائیں دیوار تھی۔"
(آیت ۲۲)

جونہی فرعون اور اس کے وزراء و حکام نے کو یہ خبر پہنچی کہ سارا لشکر ہاتھوں سے نکل گیا اور بنی اسرائیل ہجرت کر کے جا رہے ہیں۔ فرعون اور اس کے لشکر نے جو اسلحہ سے لیس تھا اس کا تعاقب کیا۔

مصریوں نے پیچھا کیا۔ اور ان کا پیچھا کرتے ہوئے فرعون کے سب گھوڑے اور رتھ اور سوار دریا کے بیچوں بیچ تک آگئے۔ اور خداوند نے موسٰیؑ سے کہا کہ اپنا ہاتھ دریا پر بڑھا۔ اور دریا صبح ہوتے اپنی قوت اصلی پر لوٹا اور مصری اس کے آگے بھاگے اور خداوند نے مصریوں کو دریا میں ہلاک کیا اور پانی پھرا۔ اور گاڑیوں اور سواروں اور فرعون کے سب لشکر کو جو ان کے پیچھے دریا کے بیچ آئے تھے چھپا لیا۔ اور ایک بھی ان میں سے باقی نہ چھوڑا۔"
(خروج)

"سو خداوند نے اس دن اسرائیلیوں کو مصریوں کے ہاتھ سے یوں بچایا اور اسرائیلیوں نے مصریوں کی لاشیں دریا کے کنارے پر دیکھیں۔"
(خروج)

جس سمندر سے حضرت موسٰی اور بنی اسرائیل بخیریت تمام گزر جاتے ہیں۔ اسی سمندر میں فرعون اور اس کی جملہ افواج غوطے کھاتی ہوئی غرق ہو جاتی ہیں۔ سمندر کی متلاطم امواج نے فرعون کی لاش کو سمندر کے کنارے پر لا پھینکا۔ بائیبل فرعون کی لاش کا ذکر تک نہیں کرتی۔ مگر قرآن کریم جہاں اس کی غرقابی اور لاش کے سمندر سے باہر آجانے کا ذکر کرتا ہے۔ وہاں یہ عظیم الشان پیشگوئی بھی کرتا ہے کہ اس فرعون کی لاش ہمیشہ محفوظ رہے گی۔

—— (۶) ——

جس وقت فرعون تخسیر امواج میں غوطے کھا رہا تھا اور وہ اپنی موت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے آہ بھرتے ہوئے کہا

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (یونس)

"میں ایمان لے آیا اس ہستی پر جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ اس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے۔ اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔"

کس قدر ذلت اور رسوائی ہے جس قوم سے اس نے مظالم کئے اور انسانیت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کئی خاندان کے چشم و چراغ کو تباہ کیا وہ اس قوم کا نام لیتے ہوئے کہتا ہے کہ میں اس کے خدا پر ایمان لاتا ہوں۔ مگر خدا فرماتا ہے:-

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ

کیا تو اب ایمان لاتا ہے حالانکہ تو نے اس سے پہلے نافرمانی کی تھی۔ اس لئے اے فرعون تو ایک ظالم تھا اس لئے تجھے دائمی عذاب بھی دیا جاتا ہے۔

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً

آج ہم تیری لاش کو محفوظ رکھتے ہیں تاکہ تو آنے والے لوگوں کے لئے باعث عبرت ہو اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر امتیازی دلیل ناطق۔

وہ فرعون جو بنی اسرائیل کو کہا کرتا تھا

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى

کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں وہ غرق ہوا۔ اور رہتی دنیا کے لئے مقام عبرت بنا۔ اس فرعون کی غرقابی دراصل ہر اس فرعون کی غرقابی ہے جو دنیا میں ظلم کرتا ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت میں عظیم الشان لفظی و معنوی بلاغت پائی جاتی ہے اور اس کا ایک ایک لفظ اپنے اندر حقائق اور واقعات کو لئے ہوئے ہے۔ جہاں لفظ الیوم میں فرعون کی بے بسی نظر آتی ہے وہاں لفظ ننجیک میں خدا تعالیٰ کی گرفت نظر آتی ہے۔ ببدنک میں پیشگوئی حقیقت کے رنگ میں ظاہر ہوئی۔ چنانچہ آج اس کی نعش قیمتی غلاف اور مضبوط شیشہ کے صندوق میں رکھی ہوئی ہے۔

لتکون میں فرعون کا ماضی مستقبل اور حال دکھایا گیا۔ لمن خلفک آیۃ میں انقلاب عالم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے کئی زائرین کو دیکھا کہ وہ اس لاش کو بڑے اہتمام سے دیکھتے ہیں۔ اس لاش دیکھنے کے لئے ٹکٹ تقریباً پانچ روپے کا لینا پڑتا ہے جبکہ عجائب گھر کے دوسرے حصہ کے لئے ٹکٹ چند پیسوں کا لینا پڑتا ہے۔

وَفِيْ ذٰلِكَ عِبْرَةٌ وَتَذْكِرَةٌ لِمَنْ لَهُ عَيْنَانِ ؛

مختلف مقامات میں یوم مسیح موعودؑ کی مبارک تقریب پر جلسے

از نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان

جمشید پور

مکرم سید حمید الدین احمد صاحب سیکرٹری تبلیغ جمشید پور لکھتے ہیں کہ جلسہ یوم مسیح موعودؑ بتاریخ ۲۳ مارچ منعقد ہوا۔ جلسہ کی صدارت کے فرائض مکرم پراونشل امیر صاحب بہار نے انجام دیئے۔ میاں بشیر الحق صاحب نے تلاوت قرآن مجید کی اور سید حمید الدین صاحب نے نظم پڑھی۔ اس کے بعد امیر جماعت جمشید پور مکرم جناب عبد المجید صاحب نے بعنوان "ارضی و سماوی نشانات پر صداقت حضرت مسیح موعودؑ" تقریر کی۔ جس میں آپ نے جلسہ کی غرض و غایت بیان فرمائی۔ اور ظہور مہدی علیہ السلام کی علامات ارضی و سماوی کے ضمن میں چاند و سورج گرہن۔ زبردست سیلابوں و طاعون وغیرہ کو پیش کیا۔ اور وضاحت فرمائی۔ کہ کس طرح یہ علامات حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے پر صداقت ثابت ہوئیں۔ آپ نے مولانا حالی کی تصدیق کو بھی پیش کیا۔ کہ انہوں نے کسوف و خسوف کی خبر سنکر فرمایا کہ ظہور مہدی علیہ السلام کی یہ علامت تو ظاہر ہو چکی ہے۔ جو کہ مرزا صاحب اس علامت کے مصداق ہوں یا نہ ہوں۔ آپ نے زمانہ کی موجودہ خستہ حالی۔ اخلاقی معاشرتی اور روحانی خرابیوں کو بھی واضح کیا۔ اور اس زمانہ میں عالمگیر عذاب الہی کو مامور من اللہ کی صداقت پر چسپاں کیا پھر بعثت مسیح موعودؑ کے طفیل جو غلبہ حاصل ہوا ہے۔ اس کی کیفیت بیان کی۔

اس کے بعد مکرم محمد سلیمان صاحب پراونشل امیر بہار نے "ضرورت مسیح موعودؑ" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ آپ نے ضلالت و ہدایت کے دور کو رات اور دن سے تشبیہہ دی۔ اور بتایا کہ جس طرح رات کی تاریکی کے بعد دن کا ظہور اٹل ہے۔ اسی طرح ضلالت کے دور کے بعد ہدایت کا دور بھی آنا لازمی اور لابدی ہے۔ تمام آئمہ سلف اس بات پر متفق ہیں۔ کہ چودھویں صدی کے سر پر حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مسلمان ۷۲ فرقوں میں منقسم ہو گئے ان کا کوئی واجب الاطاعت امام نہ رہا۔ ضرورت تھی۔ کہ خدا تعالے اپنے وعدوں کے مطابق اس خیر امت کی دستگیری فرماتا۔ چنانچہ اس نے عین صدی کے سر پر حضرت میرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرماتے ہوئے ضرورت حقہ کو پورا کیا۔ مسلمانوں کی حالت نہایت ہی ابتر ہے۔ وہ رسومات کی بندھن میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ان کی برائیاں اس بات کی متقاضی ہیں کہ کوئی مصلح آنے والا آئے۔ اور ان کی یہ برائیاں پیشگوئیوں کے مطابق ہیں۔ لہذا انہیں غور کرنا چاہیئے پھر جماعت کی تنظیم کی وضاحت کی۔ کہ اسی تنظیم کے طفیل ہم آج تمام دنیا میں تبلیغ اسلام کر رہے ہیں۔ بعد ازیں خاکسار سید حمید الدین احمد سیکرٹری تبلیغ نے "حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقی اسلام کو پیش کیا" کے موضوع پر تقریر کی۔ اور سامعین کے سامنے اس بات کی وضاحت کی کہ اسلام کا خوشنما اور دلکش چہرہ جب اپنے ہی پیروؤں کی بد عنوانیوں کے طفیل غبار آلودہ ہو گیا تھا۔ اور غیروں کے لئے نشانہ تمسخر بنا ہوا تھا۔ اور مسلمان لاکھوں کی تعداد میں عیسائی اور آریہ بن رہے تھے۔ وہ اپنے ہی بد عقیدوں سے دشمنوں کا شکار ہو رہے تھے۔ تو اللہ تعالے نے ایک بطل جلیل مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا جس نے اسلام کو از سر نو اصل شکل میں پیش کیا۔ اور مخالفین اسلام کو دلائل قاطعہ سے مسکت و لاجواب کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں وہ پسپائی پر مجبور ہو گئے۔ اور آج مسیح موعودؑ کے بیان فرمودہ دلائل و براہین کے طفیل اسلام ادیان باطلہ پر زبردست یلغار کر رہا ہے اور انہیں پیچھے دبنے پڑ گئے ہیں اس کے بعد حضور کی تعلیم کی روشنی میں پانچ ارکان اسلام کی تشریح کی اور ان سے پہلے جو تفسیر مسلمان کرتے تھے اس سے مقابلہ کیا۔ اور بتلایا کہ دیکھو حضرت مسیح موعودؑ نے نہایت دلکش صورت میں ان کو پیش کیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں اقوام یورپ کا مزاج بھی بدل گیا ہے۔ اور وہ بھی تدریجاً اس دلکش اور جاذب نظر تعلیم کے محاسن کو دیکھ کر اس کی طرف کھینچے چلے آ رہے ہیں۔ بعد ازیں خاکسار نے زندہ خدا۔ زندہ نبی اور زندہ کتاب کی تشریح کی۔ اور بتلایا کہ حضرت امام الزمان کے طفیل ہی ہمیں اس سے آگاہی ہوئی۔ مختصر طور پر خدا کی زندگی اور ہستی کا ثبوت اس کے متکلم ہونے سے ثابت کیا۔ اور یہ کہ اس زمانہ میں بھی ایسی ہستیاں موجود ہیں جن سے خدا کلام کرتا ہے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ثبوت دیا۔ کہ آپ کی پیروی سے مقام نبوت بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ شرف کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں۔ زندہ کتاب کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیا کہ کچھ عرصہ قبل علماء اسلام قرآن کو ایک بند کتاب اور اس کی کئی آیات کو منسوخ سمجھتے تھے۔ مگر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مبعوث ہو کر الہٰی آیات کی ایسی تفسیر بیان کی کہ اس سے مُردے بھی زندہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جس طرح خدا کی قدرت لامحدود ہے۔ اسی طرح کلام پاک کے معارف بھی لامحدود ہیں۔ ہاں اپنے وقت پر اس کے معارف کھلتے اور زندگی کا ثبوت دیتے ہیں۔ بعد دعا جلسہ برخواست ہوا۔

چک ایمرچھ

جلسہ یوم مسیح موعودؑ بتاریخ ۲۳ مارچ زیر صدارت مکرم راجہ غلام محمد صاحب پریذیڈنٹ جماعت منعقد ہوا۔ بعد تلاوت قرآن مجید و نظم راجہ صاحب موصوف نے صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے موضوع پر قرآن مجید کی آیات سے استدلال فرمایا۔ اس کے بعد بشیر احمد خان صاحب سیکرٹری تبلیغ اور مولوی عبد الرحیم صاحب مبلغ نے بھی اس موضوع پر بہت سے دلائل پیش کر کے ثابت کیا۔ کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ایک ایسا مبارک وجود ہے جو مسیح موعودؑ کا حقیقی مصداق ہے۔ اس زمانہ میں کسی اور کو خدمت اسلام کی توفیق نہیں ملی۔ مولوی عبد الرحیم صاحب نے جماعت کی ترقی کے متعلق بھی وضاحت سے بیان کیا۔ بہت سے احباب نے وقف جدید میں فصل ربیع و خریف اخروٹ و گلاس دینے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد دعا جلسہ برخواست ہوا۔

انبیٹہ

مولوی بشیر احمد صاحب مبلغ انبیٹہ لکھتے ہیں۔ کہ مورخہ ۲۶ مارچ کو بعد نماز عشاء ان کی صدارت میں جلسہ یوم مسیح موعود علیہ السلام منعقد ہوا۔ قرآن مجید کی تلاوت ابرار احمد خان صاحب نے کی اور نظم احسان احمد خان صاحب نے پڑھی بعدہٗ مکرم فرمان احمد خان صاحب نے صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے موضوع پر تقریر کی۔ اور اس میں بیان کیا۔ کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اندھیرے اور جہالت بھرے زمانہ میں مبعوث نہ ہوتے تو آج صورت حالات کچھ اور ہوتی۔ عیسائی مناد مسلمانوں پر یلغار کر رہے تھے۔ اور ہزاروں مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کر کے عیسائی بنا چکے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ زمانہ قریب میں وہ ہندوستان پر غالب آ جائیں گے۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مبعوث ہو کر عیسائیوں کے مصنوعی خدا کے عقیدہ کا قرآن مجید اور سابقہ مذہبی و تاریخی کتب سے پر زور دلائل رد فرمایا۔ اور تثلیث پرستی کے طلسم کو ایسے انداز سے توڑا کہ عیسائیت پسپا ہونے پر مجبور ہو گئی۔ آپ نے ثابت کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور عیسائیت مردہ ہو چکی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو قائم کیا۔ اور بتایا کہ آپ کا فیض روحانی قیامت تک جاری و ساری ہے۔ اس کے بعد جمشید احمد خان صاحب نے تقریر کی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی پر اور بعض نشانات پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انکی تقریر کے بعد خاکسار (مولوی بشیر احمد) نے حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کی ضرورت اور موقعہ اور زمانے کی حالت کے موضوع پر تقریر کی۔ علماء زمانہ کی حالت زار بیان کی۔ اور یہ بتایا کہ کوئی قرآن مجید کی سات سو۔ کوئی پانچسو۔ کوئی سو۔ کوئی پچاس اور کوئی پانچ آیات کو منسوخ سمجھتا تھا۔ حالانکہ یہ بات قرآن مجید کی حفاظت معنوی کے لحاظ سے درست نہیں ہے۔ اسی طرح موجودہ زمانہ کی مختلف خرابیوں کو بیان کر کے بتایا کہ کیا اب بھی حضرت مسیح موعود اور مہدی معہود کے آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدمت اسلام کے جو شاندار کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ ان کو بھی کسی قدر وضاحت سے بیان کیا۔ حاضرین جلسہ کافی تعداد میں تھے۔ جنہوں نے تقدیر سے اچھا اثر قبول کیا۔ اللہ تعالے ان کی ہدایت کا سامان کرے بعد دعا جلسہ برخواست ہوا۔

موسے بنی مائینز

مولوی محمد موسےٰ صاحب مبلغ سلسلہ (باقی صفحہ ۱۰ پر)

قادیان میں یوم پیشوایان مذاہب کی تقریب

(بقیہ صفحہ اوّل)

بیان کرتے ہوئے گیانی صاحب نے بتایا کہ حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن سے ہی خدا کی یاد میں مگن رہنے کی عادت تھی جب آپ کے والد صاحب نے آپ کو تجارت کے کام پر لگانا چاہا تو آپ نے ان کے دیئے ہوئے بیس روپے سادھوؤں اور فقیروں کو کھانا کھلانے پر صرف کر دیئے روحانی برکات کے حصول کے لئے آپ نے دور و دراز کے سفر اختیار کئے آپ امیروں کی رفاقت کی بجائے غرباء کے ہاں ٹھہرنا زیادہ پسند فرماتے تھے تقریر کے اختتام پر آپ نے بیان کیا کہ کس طرح آپ نے بابر بادشاہ سے ملاقات کے وقت اس سے مانگنے کی بجائے خدا سے ہر چیز مانگنے کی بات کو واضح کیا۔ بعد ازاں مکرم یونس احمد صاحب اسلم نے جناب قیس مینائی صاحب کی حضرت کرشن جی کے متعلق ایک نظم خوش الحانی سے سنائی۔ جس کے بعد مکرم پروفیسر راد ھا کرشن صاحب ایم۔ اے نے

شری کرشن جی مہاراج کے حالات

پر تقریر فرمائی۔ تقریر کے آغاز میں آپ نے گیتا میں مذکور حضرت کرشن کے مشہور قول کا حوالہ دیا کہ جب بھی سنسار میں ادھرم کا دور دورہ ہو جاتا ہے اس وقت دھرم کی حفاظت اور نیکوں کی حفاظت کے لئے اوتار آتے ہیں۔ تاکہ لوگ ان کے نمونہ پر عمل پیرا ہو کر اپنی اصلاح کریں۔ اور پرماتما کے ساتھ اپنے تعلق پیدا کریں۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے بیان کیا کہ شری کرشن جی نے کنس وغیرہ کو مقابلہ پر ہار دی۔ نیز آپ نے گیتا جیسی مقدس پستک سنسار کی اصلاح کے لئے چھوڑی۔ آپ کے بعد گیانی گورچرن سنگھ صاحب دیدنے جو شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی امرتسر کی طرف سے بھیجے گئے تھے نے

شری گورونانک صاحب کے مشن

کے موضوع پر پنجابی زبان میں تقریر فرمائی۔ پہلے آپ نے جماعت احمدیہ کی تعریف فرمائی جو اس قسم کے جلسے منعقد کر کے امن و اتحاد کی بنیادوں کو استوار کر رہی ہے بعد ازاں آپ نے شری گورونانک صاحب کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ سود لینا دینا حرام ہے مگر گورو جی مہاراج نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر کسی کا ہمسایہ بھوکا مر رہا ہو تو اس کے لئے حلال بھی روزی کا مال کھانا بھی حرام ہو جاتا ہے۔ گورو جی مہاراج نے ایک پتا ایکس کے ہم بالک فرما کر تمام مذاہب کے لوگوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے مکرم گیانی صاحب نے دھرم کے چار ستونوں یعنی سچ عمل صبر اور عبادت کا تفصیل سے ذکر کیا۔ آخر میں آپ نے گورونانک صاحب کے مسلمانوں سے خوشگوار تعلقات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

اس تقریر کے بعد شری پرمیشوری داس صاحب نے اپنی ایک پنجابی نظم اتحاد اور ایکتا کے متعلق خوش الحانی سے سنا کر حاضرین جلسہ کو محظوظ کیا۔ نظم میں خصوصیت سے پیشوایان مذاہب کرام کے اسمائے گرامی کے ذکر کے ساتھ خراج عقیدت پیش کیا۔ اور بعد ازاں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ کے حالات پر تقریر فرمائی۔ تقریر کے پہلے حصہ میں آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات بیان فرمائے کہ کس طرح ان کی والدہ نے فرعونیوں کے مظالم کے خوف سے اپنے لخت جگر کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا اور تصرف الٰہی کے سبب فرعون کے گھر میں ہی بچہ کی پرورش کے سامان ہوئے پھر فرعونیوں کے مظالم کے خوف سے آپ کو مدین کی طرف جانا پڑا۔ اور پھر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو فرعون کو تبلیغ کرنے کیلئے مبعوث کیا گیا تو آپ نے نہایت جرأت سے اسے تبلیغ کی مگر بعد میں بنی اسرائیل کے ہمراہ آپ کو ہجرت کرنی پڑی۔ فرعون نے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ آپ کا تعاقب کیا مگر آپ تو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سمندر سے پار ہو گئے۔ فرعون اور اس کا سب لاؤ لشکر غرق ہو گیا۔ ایک لمبی مدت گزر جانے کے بعد اس زمانہ میں اس فرعون کی لاش نکالی گئی۔ اور قرآن کریم میں مذکور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق اب بھی محفوظ چلی آ رہی ہے۔ جو قاہرہ کے عجائب گھر میں موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے محترم صاحبزادہ صاحب نے بیان کیا کہ چونکہ اُن کی قوم صدیوں سے مظلوم چلی آ رہی تھی۔ اسلئے آپ نے اپنی قوم میں دلیری اور جرأت پیدا کرنے کے لئے ظلم کا مقابلہ سختی سے کرنے کی تعلیم دی تقریر کے دوسرے حصہ میں آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات اور تعلیم پر روشنی ڈالی اور ان کی خارق عادت پیدائش کا ذکر فرما کر بعثت کے بعد ان کی مخالفت۔ ہجرت اور ان کے پہاڑی وعظ کا تفصیل سے ذکر فرمایا۔ اور مسیح کے کشمیر۔ لداخ اور تبت وغیرہ میں آنے اور ان کی الوہیت کے متعلق جناب پنڈت نہرو صاحب کی کتاب Glimpses of World History سے حوالہ جات پیش کئے۔

تقریر کے تیسرے حصہ میں آپ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام

بانی سلسلہ احمدیہ کے حالات

پر روشنی ڈالی۔ حضور کے آباؤ اجداد کے مختصر حالات بیان فرما کر صاحبزادہ صاحب نے بتایا کہ حضور علیہ السلام بچپن سے ہی خلوت پسند اور عبادت الٰہی اور کتب دینیہ کے مطالعہ میں منہمک رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زمانہ کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا۔ آپ نے اپنی زندگی میں اسّی سے زیادہ کتب تصنیف فرمائیں۔ جن میں حقائق و معارف کے دریا بہا دیئے۔ آپ نے قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق تمام انبیاء خواہ وہ کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں عزت و تکریم کرنے کی تعلیم دی۔ آپ نے زندہ خدا اور زندہ مذہب پر زندہ ایمان رکھنے کی تلقین کی۔ تقریر کے آخر میں محترم صاحبزادہ صاحب نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب کشتی نوح میں سے حضور کی تعلیم جو آپ نے اللہ تعالیٰ کے متعلق بیان فرمائی ہے اس کے اقتباس سنا کر حضور کی ان پیشگوئیوں کا ذکر کیا جو حضور علیہ السلام نے جماعت احمدیہ کی شاندار ترقی کے متعلق اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر بیان کی ہے۔

محترم صاحبزادہ صاحب کے بعد سردار پرکاش سنگھ صاحب ایم۔ اے فلوریشن آفیسر شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی نے عمومی رنگ کی ایک تقریر فرمائی جس کے آغاز میں آپ نے جماعت احمدیہ کی تبلیغ کی تعلیم اور اس پر پوری طرح کاربند ہونے کی حیثیت سے شاندار الفاظ میں تعریف فرمائی۔ دوران تقریر میں آپ نے گورونانک صاحب کی سچ کو اختیار کرنے کی تعلیم پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور بتایا کہ سچ ہی تمام نیک اخلاق کی جڑ ہے۔ اور اس کا ذکر گورو گرنتھ صاحب میں بار بار آتا ہے۔ امن اور شانتی کے متعلق گورو صاحب کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے مقرر نے فرمایا کہ گورو صاحب نے ایک پتا ایکس کے ہم بالک فرما کر دنیا کی تمام اقوام اور مذاہب میں اتحاد قائم کر دیا۔ سردار صاحب کے بعد مکرم حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت نے

شری کرشن جی کے حالات

کے عنوان پر تقریر فرمائی اور آپ کے گیتا کے اپدیش یعنی ادھرم کا دور دورہ ہونے پر خدا کی طرف سے دھرم کو پھیلانے کے لئے خدا کی طرف سے اوتار آتے ہیں پر تفصیل سے روشنی ڈالی اسی طرح شری کرشن جی کی اس تعلیم کو بڑی شرح و بسط سے بیان فرمایا کہ انسان کو چاہئیے کہ وہ رہبانیت کی زندگی کو اختیار کرنے کی بجائے دنیاوی امور کو سر انجام دیتے ہوئے خدا تعالیٰ کی عبادت بجا لائے

آخر میں صدر صاحب جلسہ جناب سردار گورنچن سنگھ صاحب باجوہ ایم۔ ایل۔ اے نے جماعت احمدیہ کی طرف سے ایسے جلسوں کے انعقاد کو سراہتے ہوئے کہا یہ مبارک قدم ہے جو ملک کی ضرورت کے لحاظ سے احمدیہ جماعت نے اس وقت اٹھایا ہے۔ اگر مختلف مذاہب والے ان باتوں کو جان لیں اور ان پر عمل کرنے لگیں تو ہر سچے مسلمان کو دنیا کا ہر شخص ہی مسلمان نظر آئے۔ اور سچے سکھ کو ہر شخص ہی سکھ دکھائی دے مشکل تو یہ ہے کہ ان باتوں کو مانتے تو سبھی ہیں۔ مگر عمل کے میدان میں آ کر کمزوری دکھا دیتے ہیں۔ اور پھر اس کمزوری کے باعث ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ گزرتے ہیں۔ آج کا نظارہ ہمیں ایک بڑا سبق سکھاتا ہے۔ اور وہ سبق سب کی ایکتا اور اتحاد کا ہے۔ میں احمدیہ جماعت کو مبارکباد دیتا ہوں اور ان کا مشکور ہوں کہ انہوں نے ایسا ماحول پیدا کیا جس کے نتیجہ میں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو بڑی آسانی سے ایک دوسرے کے قریب لایا جا سکتا ہے۔ اگرچہ تمام مذاہب میں بہت سی بنیادی سچائیاں مشترک ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان کے ماننے والے ان پر عمل نہیں کرتے۔ اگر تمام مذاہب کے پیرو سچے دل سے اپنے اپنے دھرم پر عمل کریں تو دنیا میں امن اور اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔

شکریہ

سب سے آخر میں حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ نے مقررین اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ اور اتحاد و یگانگت کی خوشگوار فضا میں یہ مبارک تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

(مرتبہ مکرم گیانی بشیر احمد ناصر گیانی بی۔ اے قادیان)

انتقال

مکرم ایچ کے احمد صاحب نگل ڈیکر (انڈیا) کی والدہ صاحبہ محترمہ فاطمہ صاجبہ ۶۰ سال کی عمر میں وفات پا گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ مالابار کی ان اولین احمدیوں میں سے تھیں جو احمدیت کی خاطر اپنے خاندان اور رشتہ داروں کی تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے اپنے بیٹوں کو احمدی بنا کر جماعت بنائی۔ مرحومہ کا پوتا ایم کے محمد بشیر مالاباری آجکل قادیان میں دینی تعلیم حاصل کر رہا ہے احباب مولوی فاضل کلاس میں داخلہ ... مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ ... طالب علم قادیان

حضور اقدس کا تازہ پیغام

عہدیداران جماعت کے نام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے امسال مجلس مشاورت کے نمائندگان کو اور ان کے توسط سے تمام احباب جماعت کے نام جو پیغام ارسال فرمایا ہے اس میں تبلیغ اسلام اور جماعتی ترقی کے لئے جماعت کا مالی نظام مضبوط کرنے کی طرف خاص توجہ دلائی ہے اور جس نقص کی وجہ سے مالی استحکام میں رخنہ پیدا ہو رہا ہے اس کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں حضور نے فرمایا ہے :-

"جہاں تک میں سمجھتا ہوں ہمارے بجٹ کی کمی میں بڑا دخل ان نادہندوں کا ہے جو سلسلہ میں شامل ہونے کے باوجود اخلاص کی وجہ سے مالی قربانیوں میں حصہ نہیں لیتے اسی طرح وہ لوگ جو مقررہ شرح کے مطابق چندہ نہیں دیتے یا بقایوں کی ادائیگی میں سستی سے کام لیتے ہیں ان کی غفلت بھی سلسلہ کے لئے نقصان کا موجب ہو رہی ہے پس میں تمام امراء اور سیکرٹریان جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ انہیں روحانی اور تربیتی اصلاح کے ساتھ نادہندوں اور شرح سے کم چندہ دینے والوں کے بارہ میں اپنی ذمہ داری سمجھنی چاہیئے تا کہ ان میں بھی قربانی کا جذبہ پیدا ہو اور وہ بھی اپنے دوسرے بھائیوں کے دوش بدوش اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے ثواب میں شریک ہو سکیں"

جو عظیم کام جماعت احمدیہ کے سپرد ہے اگر اس کا کما حقہٗ احساس کرتے ہوئے ہم میں سے ہر ایک اپنا اپنا محاسبہ کرے اور جماعت کے عہدیداران بقایا دار، بے شرح اور نادہندہ افراد کی اصلاح و تربیت کے لئے خاص طور پر متوجہ ہوں تو بفضلہ تعالےٰ جماعت کی بہت سی مالی مشکلات کا ازالہ جلد ممکن ہو سکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عہدیداران پہلے خود اپنے مالی فرائض کو باشرح باقاعدگی کے ساتھ ادا کرنے میں اعلیٰ عملی نمونہ پیش کریں اور پھر حضور اقدس کے ارشاد کی روشنی میں اپنی جماعت کے دیگر باشرح، بقایادار اور نادہندہ افراد کی اصلاح کے لئے مؤثر کوشش کریں۔ اور جو افراد باوجود ممکن مقامی کوشش کے اپنی حالت پر مصر ہوں اور اصلاح نہ کریں تو ان کا معاملہ مقامی مجلس عاملہ کی رپورٹ کے ساتھ مزید اصلاحی کارروائی کے لئے مرکز میں بھجوائیں۔

موجودہ مالی سال کے ختم ہونے میں اب صرف چند یوم باقی ہیں اور بہت سی جماعتوں کے ذمہ لازمی چندہ جات کے بجٹ کی کثیر رقوم تا حال قابل ادا ہیں۔ لہٰذا جملہ عہدیداران، مقامی امراء و صدر صاحبان، صوبائی امراء اور مبلغین کرام کا فرض ہے کہ ان بقیہ چند ایام میں کمی بجٹ کو زیادہ سے زیادہ وصول کرنے کے لئے پوری توجہ سے کوشش کریں۔ ہر جماعت کے بجٹ، وصولی اور بقایا کی پوزیشن سے سیکرٹریان مال کو نظارت ہذا کی طرف سے اطلاع پیشتر ازیں ارسال کی جا چکی ہے۔

چونکہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کا مالی سال ۳۰ اپریل کو ختم ہو رہا ہے۔ اس لئے وہی رقوم چندہ جات جماعتوں کے اس مالی سال میں محسوب ہو سکیں گی جو آخر اپریل تک قادیان پہونچ جائیں۔ لہٰذا جملہ عہدیداران مال وصولی چندہ جات کی رقوم ساتھ ساتھ ہی مرکز میں معہ تفصیل بھجواتے جائیں (تا کہ اسی مالی سال میں شمار ہو سکیں اور جماعت کے ذمہ بقایا نہ رہ جائے) اور مہینہ کے ختم ہونے کا انتظار نہ کریں۔

اللہ تعالےٰ جماعت کے تمام دوستوں اور عہدیداروں کو اپنی مالی ذمہ داری صحیح رنگ میں ادا کرنے کی توفیق بخشے اور جماعت احمدیہ کی ترقی اور اسلام کی سربلندی کے راستہ میں حائل ہونے والی جملہ مشکلات کو اپنے فضل سے جلد از جلد دور فرما دے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار۔ ناظر بیت المال قادیان

۶۱-۴-۹

خبریں

قادیان اور موضع کاہلواں میں سردار کیروں کی آمد

قادیان ۸ اپریل وزیر اعلیٰ پنجاب سردار پرتاپ سنگھ کیروں موضع کاہلواں نزد قادیان میں ایک تقریب میں شمولیت کی خاطر تشریف لائے موضع مذکور میں پہنچنے سے قبل آپ نے سردار ستنام سنگھ صاحب رجسٹرار بٹالہ ساکن قادیان کے ہاں صبح کا ناشتہ کیا۔ اس موقعہ پر جماعت احمدیہ کے معزز افراد بھی مدعو تھے۔ ناشتہ سے فراغت کے بعد بذریعہ کار جناب چیف منسٹر صاحب موضع کاہلواں پہونچے جہاں مقامی باشندوں اور علاقہ کے دیگر معززین نے آپ کا استقبال کیا اور پرائمری سکول کاہلواں کی عمارت میں آپ کے اعزاز میں ایک استقبالیہ جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں آپ کی خدمت میں متعلقہ دیہات کی طرف سے ایڈریس پیش کیا گیا بعض مقررین نے سردار کیروں کی قیادت میں پنجاب کی ترقی کا شاندار الفاظ میں ذکر کیا۔ پنجاب کے وزیر صنعت شری موہن لال جی نے بھی تقریر کی اور علاقہ کے زمینداروں کو خطاب کرتے ہوئے اُنہیں زراعت کے ساتھ صنعت کی طرف بھی توجہ کرنے کی ترغیب دی اور بتایا کہ یہ دونوں قسم کی ترقیات ملک کی تعمیر نو کے لئے یکساں طور پر اہم اور ضروری ہیں۔

چیف منسٹر سردار کیروں نے اپنے مبسوط لیکچر میں کسانوں اور دیہات کے رہنے والوں کو بہت سی مفید نصائح سے نوازا اور مختلف امور میں اُنکی رہنمائی کی اُنہیں اپنے بچوں کو تعلیم یافتہ بنانے اور کاشتکاری میں آلات جدیدہ سے کام لینے مشترکہ طور پر کھیتی باڑی کرنے اور اعلیٰ بیج استعمال کرنے اور زراعتی تجربات سے فائدہ اُٹھانے کی ترغیب دی۔ آپکا اپنی تقریر میں خصوصیت سے اس بات کا ذکر کیا کہ اس وقت پنجاب سرکار کو صرف شراب کے ٹھیکہ سے چار کروڑ روپیہ کی آمد ہوتی ہے آپ نے علاقہ کے زمینداروں کو مخاطب کرکے کہا اگر آپ لوگ شراب سے بکلی کنارہ کش ہو جائیں تو یہ بہت بڑی رقم صنعت میں آپ کو بچ جائے گی آپ لوگ اپنے بچوں کی خوراک اور بہتر تعلیم پر خرچ کر سکتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ اگر ضلع گورداسپور کے دیہات کی پچاس فیصدی پنچایتیں اس بات کا اقرار کرکے فیصلہ کریں کہ وہ شراب نہیں پئیں گے تو ان کے علاقہ میں نشہ بندی کا قانون جاری کرانے کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔ (نامہ نگار)

بٹالہ شوگر ملز کا سنگ بنیاد

بٹالہ ۸ اپریل آج ساڑھے گیارہ بجے بٹالہ سے گورداسپور کی جانب تین میل دور چیف منسٹر پنجاب جناب سردار پرتاپ سنگھ کیروں نے بٹالہ کوآپریٹو شوگر ملز لمیٹڈ کا سنگ بنیاد رکھا۔ بارش کی وجہ سے ابتداء میں موسم خراب ہونے کے باوجود بہت بڑی تعداد میں علاقہ اور مضافات کے دوست اس تقریب میں شمولیت کیلئے پہنچے۔ مل کا سنگ بنیاد رکھنے کے بعد باقاعدہ طور پر ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں سردار صاحب کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا گیا۔ وزیر صنعت پنڈت موہن لال جی اور پریذیڈنٹ پردیش کانگرس کمیٹی پنجاب سردار دربارہ سنگھ صاحب نے تقریریں کیں۔ مل کی اہمیت اور امداد باہمی کے ذریعہ اس کے چلائے جانے کے بعض ابتدائی انتظامات وغیرہ پر روشنی ڈالی۔ آخر میں جناب چیف منسٹر صاحب نے تقریر کی اور اپنے مخصوص انداز میں امداد باہمی کے فوائد اتفاق و اتحاد کی برکتوں اور اعلیٰ فصل کاشت کرنے کے عمدہ نتائج پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ علاقہ میں خاص طور پر گنے کی کاشت اور اس کے محاصل کے اعداد و شمار بتا کر زمینداروں کو کم سے کم زمین سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی ترغیب دی اور بڑھ چڑھ کر محنت کرنے کی تلقین کی۔ اس موقعہ پر جی ایس بیدی صاحب جنرل منیجر شوگر ملز نے اعداد و شمار بتاتے ہوئے اس امر کا انکشاف کیا کہ ایک کروڑ ۵ لاکھ روپیہ کے صرفہ سے یہ مل تیار ہوگی جس میں ۹۰ لاکھ روپیہ پنجاب سرکار کی ضمانت پر بھارت کی مرکزی حکومت نے بطور قرض دیا ہے اور ایک بڑا حصہ کوآپریٹو طریق پر مختلف لوگوں نے حصے خرید کر ادا کئے ہیں۔ جناب بیدی صاحب نے بتایا کہ ہم انشاء اللہ جلد سے جلد یہ مل جلد بنائے جانے کا اہتمام کیا گیا ہے مل کی زمین کے قریب ہی ریلوے لائن گذرتی ہے اور بتلایا گیا کہ مل کے نزدیک ریلوے سٹیشن بھی منظور ہو گیا ہے (نامہ نگار)

وصیت کے متعلق حضور کا تازہ پیغام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنے ایک تازہ پیغام میں جماعتوں کے صدر صاحبان و مبلغین کو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ متواتر تحریک کرکے موصیوں کی تعداد کو بڑھانے کی کوشش کریں اور سابقہ موصیوں کو تحریک کریں کہ وہ اپنے حصہ وصیت میں اضافہ کریں۔ حضور کا یہ پیغام تمام جماعتوں اور مبلغین کی خدمت میں بھجوایا جا چکا ہے۔ اور درخواست ہے کہ حضور انور کے ارشاد کی تعمیل میں جماعتوں کے عہدیداران اور مبلغین متواتر یہ تحریک کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔ حضور کا یہ پیغام بدر مورخہ ۶/۴/۶۱ میں شائع ہو چکا ہے۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

یوم مسیح موعودؑ کی تقریب جلسے (بقیہ صفحہ ۹)

لکھتے ہیں کہ مرسلے بنی مائینز میں چونکہ کمپنی کے ملازمین کو ۲۴ مارچ کو رخصت ہوتی اسلئے بروز اتوار ۲۶ مارچ جلسہ یوم مسیح موعود بعد نماز مغرب ساڑھے سات بجے خاکسار کی صدارت میں منعقد ہوا تلاوت اور نظم کے بعد مکرم محمود خاں صاحب نے جلسہ کی غرض و غایت پر روشنی ڈالتے ہوئے حاضرین کو بتلایا کہ یہ مبارک جلسہ اس لئے منعقد ہو رہا ہے کہ ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لدھیانہ کے مقام پر الٰہی منشاء کے مطابق اپنے خدام سے بیعت لینے کا سلسلہ شروع فرمایا تھا اسی مبارک دن کی یاد میں آج ہم یہ جلسہ منا رہے ہیں۔ تاکہ صحیح معنوں میں ہم شرائط بیعت کے پابند ہو جائیں۔ ازاں بعد مکرم شیخ ابراہیم صاحب نائب صدر جماعت نے اپنی تقریر شروع کی۔ انہوں نے بیان کیا کہ جہاں خدام نے جوق در جوق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آنا شروع کیا۔ وہاں مخالفین نے بھی انتہائی دشمنی اور مخالفت کا ثبوت دیا۔ اور ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مخالفت کی آگ لگا دی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے متبعین نے بڑے صبر و استقلال کے ساتھ اس طوفان بدتمیزی کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور الٰہی تائید و نصرت سے اس اہم مقصد میں مظفر و منصور ہوئے جس کی تکمیل و اشاعت کے لئے آپ کو مبعوث کیا گیا تھا۔ آج دنیا کا کوئی گوشہ مسیح موعودؑ کے خدام سے خالی نہیں ہے۔ جہاں وہ بڑی جانفشانی اور ذوق و شوق سے فریضہ تبلیغ سرانجام دیتے ہوئے اشاعت اسلام کے کام میں مصروف ہیں۔ اور جس طرح اس جماعت پر خدا کا سایہ ہے۔ آفتاب بھی غروب نہیں ہوتا۔

اس کے بعد مکرم عبدالحمید صاحب صدر جماعت نے اپنی تقریر میں احباب کو توجہ دلائی۔ کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرامؓ نے اپنا پاک نمونہ اخلاص اور قربانی پیش کرکے اس جماعت کی خدمت کی ہے اور وقار قائم رکھا ہے۔ اب ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی ان کے پاک نمونہ پر چل کر اسلام و احمدیت کے ناموس کی حفاظت کریں۔ اور اُخروی نعماء کے مستحق ٹھہریں۔

آخر میں خاکسار نے بیعت کی غرض و غایت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہؓ کے چند نمونے پیش کئے اور ساتھ ہی حضرت مسیح موعودؑ کے اشد ترین مخالفین کے دردناک انجام پر تبصرہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ اپنے ارادوں میں خائب و خاسر رہے۔ بلکہ ان کی مخالفت کی وجہ سے سعید روحوں کو تحقیق حق کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ اور جماعت روز افزوں ترقی کرنے لگی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوئے مجددیت۔ مسیحیت۔ مہدویت پر قرآن مجید۔ احادیث۔ اقوال بزرگان سلف صالحین سے روشنی ڈالتے ہوئے آپ کی صداقت ثابت کی۔ اور بتایا کہ یہی وہ مبارک وجود ہے۔ جس کا تیرہ سو سال سے دنیا انتظار کر رہی تھی۔ جلسہ میں احمدی اور غیر احمدی احباب کثرت سے شامل ہوئے۔ اور تقاریر کا اچھا اثر قبول کیا۔ اور رات دس بجے بعد دعا جلسہ برخواست ہوا۔

فرقہ دارانہ فسادات کی روک تھام (بقیہ صفحہ ۲)

کو جوڑنے کی کوشش کریں۔ اور ملک میں ایسا ماحول پیدا کرنے کی سعی کریں جو ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ کے قریب لائے اور اُس کو دوسرے کے نقائص اور کمزوریوں کی بجائے اُس کی خوبیاں اور اعلیٰ صفات پر نگاہ کرنے کی طرف توجہ پیدا ہو۔ اس سلسلہ میں احمدیہ جماعت برابر جدوجہد کر رہی ہے مگر جب تک ملکی سطح پر اس کوشش کو جاری نہ کیا جائے اس کے بہترین نتائج جلد سامنے نہیں آ سکتے ویسے ہمیں یقین ہے کہ ہمارا ملک جلد یا کسی نہ کسی وقت ضرور اسکی اہمیت کو پہچانیں گے مگر مبارک ہیں وہ افراد جو سنجیدگی سے ان باتوں پر غور کرتے اور ان کے مطابق ملک گیر کوششوں میں انکو جگہ دیتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے ملک کی تعمیر نو کے لئے جس طرح بڑے بڑے کارخانوں اور آبپاشی کے عظیم پراجیکٹوں کے جال پھیلا دینے کی ضرورت ہے وہاں اس کے کروڑوں کروڑ افراد کے دلوں کو باہم متحد و متفق کرنا کہیں زیادہ اہم اور ضروری ہے۔